لانچ کا راز
اشتیاق احمد

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

آفتاب، آصف، فرحت اور انسپکٹر کامران مرزا سیریز

لانچ کا راز

اشتیاق احمد

خوب

اور خوبصورت کتابیں

ناشر .... اشتیاق احمد

تزئین .... محمد سعید نادار

سرکولیشن .... محمد یار میجر

کمپیوٹر کمپوزر .... ظہیر غوری

قیمت .... 36 روپے

گنج شکر پرنٹرز سے چھپوا کر انداز بک ڈپو لاہور سے شائع کیا۔

انداز بک ڈپو 3 عابد مارکیٹ جوائے شاہ روڈ، مانڈہ، کوٹ لاہور

فون 7112969 - 7246356

31/5

دو باتیں

آپ کو

اگر میں یہ کہوں کہ اس مرتبہ آپ کو ~~[illegible]~~
ہر قدم پر ایک ہنگامے کا سامنا کرنا پڑے گا اور ناول کے آخر
تک اتنے ہنگاموں پر ہنگامے برپا ہوں گے کہ آپ خود کو
ہنگاموں کی زد میں محسوس کرنے لگیں گے، تو یہ بے جا نہیں ہوگا،
بے جا تو یہ بھی نہیں ہوگا، اگر میں کچھ بھی نہ کہوں، لیکن یار لوگ
نہیں مانتے اور دو باتیں اگلوا کر رہتے ہیں۔۔۔ سُننے میں آیا ہے کہ
ناول کے شروع اور آخر کے صفحات سب سے پہلے پڑھے جاتے ہیں۔
یعنی دو باتیں، ترتیب کا صفحہ، آخر کے اشتہارات، آئندہ آنے والے
ناولوں کی جھلکیاں، خطوط کے آئینے میں، کرداروں سے سوالات وغیرہ
پہلے پڑھے جاتے ہیں اور اصل ناول بعد میں شروع کیا جاتا ہے اور یہ
بھی سننے میں آیا ہے کہ دو باتیں سب سے زیادہ دلچسپی سے کر پڑھی
جاتی ہیں؛ حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ ان میں ادھر ادھر کی اوٹ پٹانگ
اور بے پر کی دو باتیں ہوتی ہیں۔۔۔ خیر جناب پسند اپنی اپنی۔۔۔ اب
اگر آپ کو بے پر کی باتیں پڑھنے میں زیادہ مزا آتا ہے تو میں غریب
کر ہی کیا سکتا ہوں، میں پہلے ہی بے بس ٹھہرا۔۔۔ میری بے بسی سے
فائدہ اٹھاتے ہوئے ہی تو کراچی سے ایک نقلی اشتیاق احمد پیدا ہوگئے

بیٹھے۔ ان کی دال نہ گلی، بلکہ ہنڈیا ہی چولہے پر نہ چڑھ سکی تو ملتان سے ایک صاحب پیدا ہوئے۔ انہوں نے نعرہ لگایا کہ میں بھی اشتیاق احمد ہوں۔ بھئی ضرور ہو گے اشتیاق احمد، مصنف تو نہیں ہو گے۔ معلوم ہوا، مصنف ہی بننے کے لیے تو یہ نام رکھا ہے، کیونکہ اس نام کے بغیر تو ناول لکھنا ہی ان کے لیے ناممکن ہے؛ چنانچہ دو چار کتابیں ملتان سے بھی چھپیں اور پھر ٹھپ۔

اب ایک تیسری خبر سننے میں آئی ہے۔ لاہور کے ایک پبلشر اپنی کتابوں کی پشت پر میری تصویر چھاپنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ خدا جانے ابھی اور کیا کیا کچھ سننا باقی ہے؛ بہرحال آپ بھی ذرا ہوشیار رہیے۔ کتاب خریدنے سے پہلے مکتبہ اشتیاق، راجپوت مارکیٹ اردو بازار لکھا ہوا ضرور دیکھ لیں۔ اس پتے کے بغیر کوئی کتاب قبول نہ کریں۔ کتاب کے شروع اور آخر میں جانے پہچانے صفحات بھی دیکھ لیا کریں۔ یعنی دو باتیں، آیندہ آنے والے ناولوں کی جھلکیاں، خطوط، کرداروں سے سوال وغیرہ، یہ سب چیزیں دیکھ کر ہی کتاب خریدیں، ورنہ پھر آپ الٹا مجھے ہی گالیاں دیتے نظر آئیں گے۔ جوں ہی کسی ادارے نے میری تصویر کسی کتاب پر میری اجازت کے بغیر چھاپی، آپ کو خبردار کر دیا جائے گا اور اس ادارے کے خلاف مقدمہ بھی۔ آپ مطمئن رہیں۔

دو باتیں اس بار لمبی بھی ہو گئیں اور خشک بھی، لیکن مفید زیادہ ثابت ہوں گی، لہذا انہی پر گزارا کر لیجیے اور میرے حق میں دعا بھی کیجیے کہ ان دنوں مجھے آپ لوگوں کی دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔ میری نظر قدرے کمزور ہو گئی ہے اور دائیں بازو سے لے کر کندھے تک درد رہنے لگا ہے، لہذا آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔ ان حالات میں بھی آپ کے لیے چار ناول لکھ رہا ہوں۔

اشتیاق احمد

ترتیب

اصلی آدمی

اس بار انسپکٹر کامران مرزا کو اُوپر آنے میں بہت دیر لگ گئی۔ آفتاب، آصف اور فرحت کے چہرے زرد پڑ گئے — انھوں نے فکر مند انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اتنی دیر کیوں لگ گئی؟" آفتاب کے منہ سے نکلا۔

"ضرور کوئی بات ہے — کیا ہم اس کو جھٹکا دیں؟" آصف نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"نہیں — ابھی کچھ دیر اور انتظار کر لیتے ہیں — شاید کوئی خاص بات ہو۔" فرحت نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں کہا۔

اسی وقت جھٹکا محسوس ہوا اور انہوں نے اس کو اوپر کھینچنا شروع کر دیا — ان کے چہروں پر تازگی آ گئی۔ انسپکٹر کامران مرزا اوپر آ رہے تھے۔

اس وقت وہ ایک بڑی سی لانچ پر تھے — ساحلِ سمندر سے کافی فاصلے پر ان کی لانچ کھڑی تھی — تھوڑی دیر پہلے انسپکٹر

کامران مرزا نے غوطہ خوری کا لباس پہن کر یہ شغل شروع کیا تھا۔ اس وقت تک وُہ تین بار تہہ میں جا کر اوپر آ چکے تھے —— ہر بار وہ لانچ کو اِدھر اُدھر کرتے اور پھر غوطہ لگا دیتے —— ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہیں کسی خاص چیز کی تلاش ہو۔ تینوں کا مارے حیرت کے بُرا حال تھا —— انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ انسپکٹر کامران مرزا سمندر کی تہہ میں کیا تلاش کر رہے ہیں —— آج شام گھر پہنچ کر انہوں نے صرف اتنا کہا تھا کہ باہر جانے کے لیے تیار ہو جاؤ اور وُہ تینوں تیار ہو گئے تھے —— پھر وُہ انہیں لے کر گھر سے نکلے —— انہوں نے شہناز بیگم کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔

جیپ میں بیٹھ کر وُہ روانہ ہوئے اور ساحل پر پہنچ گئے۔ یہاں ایک لانچ بالکل تیار کھڑی تھی۔ اس میں ڈرائیور بھی موجود تھا، انہیں دیکھتے ہی وُہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیوں بھئی —— ہر طرح تیاری مکمل ہے نا؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی ہاں! لانچ میں ہر چیز موجود ہے۔"

"ٹھیک ہے —— تو پھر چلو۔"

وُہ لانچ میں سوار ہو گئے، تینوں کی حیرت کا کیا پوچھنا —— ایک مقام پر پہنچ کر وہ بولے:

"بس بھئی —— لانچ یہیں روک لو، میرے خیال میں وُہ یہی جگہ ہے۔"

لانچ رُکنے کے بعد انہوں نے لانچ میں موجود غوطہ خوری کا لباس پہنا۔ گیس سلنڈر لگایا، لانچ سے بندھے ہوئے رسّے کو لباس سے باندھا اور پھر ڈرائیور سے بولے:

"تم چاروں طرف نظر رکھو گے —— کوئی ہماری طرف نہ آنے پائے —— اگر کوئی نزدیک آتا نظر آئے تو اسے دُور سے ہی وارننگ دے دینا، اس پر بھی باز نہ آئے تو پھر تمہیں اجازت ہے، فائرنگ بھی کر سکتے ہو۔" ڈرائیور کو ہدایت دینے کے بعد وُہ ان کی طرف مُڑے۔

"جب میں رسی کو جھٹکا دوں تو اُوپر کھینچنا شروع کر دینا —— اس سے پہلے نہیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے پانی میں چھلانگ لگا دی اور اس وقت تینوں کو معلوم ہوا کہ انسپکٹر کامران مرزا غوطہ خوری بھی جانتے ہیں۔

"یار کمال ہے، انکل کو غوطہ خوری بھی آتی ہے۔" آصف کے لہجے میں حیرت تھی۔

"انہیں کیا نہیں آتا —— یہ کہو۔" فرحت بولی۔

"تم تو اس طرح کہہ رہی ہو جیسے تمہیں اس بات کا علم تھا، حالانکہ خود مجھے بھی یہ بات آج ہی معلوم ہوئی ہے۔" آفتاب

نے بُرا سا منہ بنایا۔

"انکل نے رسی کو جھٹکا دیا ہے۔" آصف نے انہیں خبردار کیا۔ اُوپر آ کر انسپکٹر کامران مرزا نے ڈرائیور سے کہا:

"شاید اندازے کی کچھ غلطی ہو گئی ہے ۔۔۔ خیر ۔۔۔ لانچ کو دائیں طرف سو میٹر دُور لے چلو۔"

سو میٹر دُور پہنچ کر اُنھوں نے ایک بار پھر چھلانگ لگائی، اور اس کے بعد اُوپر آنے کے بعد انھوں نے پھر لانچ ایک اور سمت میں لے جانے کی ہدایت کی۔ تیسری بار بھی جب وُہ اُوپر آئے تو ان کے چہرے پر ناکامی کے ہی آثار تھے ۔۔۔ آخر پھر جگہ بدل گئی اور انھوں نے چوتھی مرتبہ چھلانگ لگائی ۔۔۔ اس مرتبہ ان کے اوپر آنے میں کچھ دیر لگ گئی، آخر رسی کو جھٹکا لگا اور اب وُہ رسی کو کھینچ رہے تھے۔

عین اُسی وقت ایک فائر ہوا اور رسی درمیان میں سے کٹ گئی ۔۔۔ آفتاب، آصف اور فرحت کے اوسان خطا ہو گئے۔ فائر ان کی کمر کی طرف سے کیا گیا تھا، وُہ بوکھلا کر مڑے، دوسرے ہی لمحے ان کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔

ڈرائیور ان کی طرف پستول تانے کھڑا تھا اور پستول کی نال سے دُھواں نکل رہا تھا۔

O

چند لمحوں تک وُہ ایک دوسرے کو ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے، آخر آصف نے جھنائی ہوئی آواز میں کہا:

"کیا تم غدار ہو؟"

"بکو مت اور سمندر میں چھلانگ لگا دو۔" اُس نے غرا کر کہا۔

"سمندر میں چھلانگ لگا دیں ۔۔۔ وُہ کس لیے؟" آفتاب نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"جس لیے تمہارے ساتھی نے چھلانگ لگائی ہے۔"

"لیکن ہم نہیں جانتے ۔۔۔ انھوں نے یہ کام کیوں شروع کیا ہے۔" فرحت نے جلدی سے کہا۔

"اِس کے باوجود تم تینوں کو سمندر میں چھلانگ لگانا ہو گی۔" اُس نے گویا فیصلہ سنایا۔

اسی وقت لانچ ڈگمگائی ۔۔۔ ڈرائیور کے قدم بھی ڈگمگائے ۔۔۔ آصف کے ہاتھ میں ابھی تک کٹی ہوئی رسی موجود تھی، اسے اور تو کچھ نہ سوجھا، اس کے سنبھلنے سے پہلے رسی اس کے ہاتھ پر کھینچ ماری ۔۔۔ رسی پستول پر پڑی اور اس کے گرد لپٹ گئی ۔۔۔ دوسرے ہی لمحے آصف نے رسی کو ایک زوردار جھٹکا مارا، پستول ڈرائیور کے ہاتھ سے نکل کر سمندر میں جا گرا ۔۔۔ اس

کے ساتھ ہی اس نے ان پر چھلانگ لگائی ــــ تینوں بوکھلا کر اِدھر اُدھر ہو گئے ــــ ذہنی طور پر تو وہ اس جنگ کے لیے تیار ہی نہیں تھے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کا اپنا ساتھی ہی غدار نکلے گا، اس کے بارے میں وُہ کچھ جانتے بھی تو نہیں تھے۔

آصف نے رسی ابھی بھی نہیں چھوڑی تھی ــــ یہ کافی مضبوط تھی ــــ اس نے رسی کو ایک بار پھر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ــــ اسے ڈرائیور کی طرف پھینکا، رسی اس کے جسم سے ٹکرائی ضرور مگر اس کے جسم کے گرد لپٹی نہیں ــــ اتنی دیر میں ڈرائیور آفتاب پر حملہ آور ہو چکا تھا۔ اس کا پہلا مُکا آفتاب کے کندھے پر اور دوسرا سَر پر پڑا۔ آفتاب کا سر گھوم گیا۔ اس نے جھلاہٹ کے عالم میں اپنے سَر کی ٹکر اس کے سینے پر ماری، لیکن وُہ ترچھا ہو گیا اور آفتاب سَر کے بَل لانچ کے فرش پر گرا ــــ جھلاہٹ اسے لے ڈوبی ــــ اِدھر آصف رسی کو کھینچ چکا تھا، اچانک اس کے ذہن میں ڈرائیور سے مقابلہ کرنے کی ایک نئی ترکیب آئی ــــ رسی کا دوسرا سِرا پہلے ہی لانچ سے بندھا ہوا تھا، کٹے ہوئے سِرے کو اس نے اپنے ایک ہاتھ کے گرد لپیٹا اور کھینچ کر نیم دائرے کی صورت میں تیزی سے آگے بڑھا، وہ چاہتا یہ تھا کہ ڈرائیور کو رسی کی لپیٹ میں لے لے

اور ہو سکے تو اس کے گرد چکر لگاتا جائے، یہاں تک کہ رسی کے کئی بل اس کے گرد لپٹ جائیں۔ ڈرائیور اُس وقت تک فرحت کی طرف قدم بڑھا چکا تھا، فرحت نے آفتاب کو گرتے صاف دیکھا تھا اور جان گئی تھی کہ ڈرائیور کوئی اناڑی آدمی نہیں ہے اس نے نزدیک پہنچتے ہی اس کے سر پر ایک دو ہتھڑ مارا، فرحت فوراً نیچے بیٹھ گئی، اور پھر اس کی ٹانگوں میں سے نکل کر اس کی کمر کی طرف آ گئی ــــ ابھی وہ مُڑ نہیں پایا تھا کہ اس نے اپنی دونوں ٹانگیں اس کی کمر پر رسید کر دیں، لیکن فرحت کی ٹانگوں نے اسے کوئی زیادہ نقصان نہیں پہنچایا، بس وہ تھوڑا سا لڑکھڑایا ضرور تھا ــــ اسی وقت اس کی کمر سے رسی ٹکرائی، اس نے چونک کر آصف کی طرف دیکھا اور پھر اس کی حرکت پر اسے ہنسی آ گئی۔ اتنی دیر میں آصف ایک چکر لگا چکا تھا۔ اس نے رسی کے بل سے نکل جانا چاہا، لیکن عین اسی وقت آفتاب آڑے آ گیا، فرش سے اُٹھتے ہی اس نے اس کی طرف چھلانگ لگائی اور سیدھا اس کی ٹانگوں کے پاس جا کر گرا ــــ دوسرے ہی لمحے اس نے اس کی ٹانگوں کو جکڑ لیا ــــ اتنی دیر میں آصف دوسرا چکر مکمل کر چکا تھا۔ فرحت نے بھی آفتاب کا ساتھ دیا اور وہ بھی اس کی ٹانگوں کو پکڑ کر بیٹھ گئی ــــ ڈرائیور کے دونوں بازو بھی چونکہ رسی کی لپیٹ میں آ چکے تھے، اس لیے

وہ ان ہاتھوں سے دونوں پر "گھے" تو نہ برسا سکا؛ تاہم اس نے اتنا ضرور کیا کہ آفتاب اور فرحت کے سروں کے بال ایک ایک ہاتھ میں پکڑ لیے اور لگا اوپر کھینچنے۔ اب تو دونوں بہت گھبرائے شدید تکلیف محسوس ہونے لگی۔

"ارے ارے — یہ تم کیا کر رہے ہو — یہ لڑنے کا کون سا طریقہ ہے۔" آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"اور تمہارے بھائی نے کون سا طریقہ اختیار کیا ہے، اسے نہیں دیکھتے۔" ڈرائیور غرّایا۔

"یہ طریقہ — اسے تو ہم امریکن سسٹم کہتے ہیں۔" آفتاب بولا۔

"تو اسے میں جرمن طریقہ کہتا ہوں۔" ڈرائیور نے کہا، پھر پُرسکون آواز میں بولا:

"اب تمہارے بال اس وقت تک نہیں چھوٹیں گے، جب تک کہ تمہارا بھائی رسی کے بل نہیں کھول دیتا۔"

"رسی کے بل کھلنے کے بعد تو تم ضرور ہمارے بال چھوڑ دو گے۔" آفتاب نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اچانک انہوں نے شڑاپ کی آواز سُنی۔ چونک کر لانچ کے کنارے کی طرف دیکھا تو ریلنگ پر ایک ہاتھ ٹکا نظر آیا۔ انہوں نے فوراً جان لیا کہ یہ ہاتھ انسپکٹر کامران مرزا کے علاوہ کسی کا نہیں ہو سکتا۔ ڈرائیور نے بھی چونک کر دیکھا اور پھر

اس نے اپنی جد وجہد اور تیز کر دی — وہ آفتاب اور فرحت کو بالوں کے ذریعے اُوپر کھینچنے لگا۔ ہلکی ہلکی سسکیاں ان کے حلق سے نکل کر فضا میں اُبھرنے لگیں — آصف نے جب یہ دیکھا کہ وُہ اب کچھ اور دیر تک اپنا کھیل جاری نہیں رکھ سکتا تو رسی پکڑے پکڑے آگے بڑھا اور دوسرا سرا ڈرائیور کی گردن میں ڈال کر کسنے لگا۔

"ان دونوں کو چھوڑ دو، نہیں تو میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا —"

"نہیں چھوڑوں گا — جب تک تم میرا گلا دباؤ گے، مَیں ان کے بال ان کے سروں سے الگ ضرور کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔" اس نے تلملاتے ہوئے لہجے میں کہا اور بالوں پر اور زور لگانے لگا۔

"آفتاب، فرحت — اس کی ٹانگیں چھوڑ کر اُوپر اٹھنا شروع کر دو، اس طرح یہ تمہارے بال نہیں اکھاڑ سکے گا۔" آصف نے جلدی سے انہیں ترکیب بتائی۔

"لیکن اِس طرح ٹانگیں چلانے کے قابل تو ہو ہی جائے گا۔" فرحت نے برے برے مُنہ بناتے ہوئے کہا، کیونکہ اس کے بال لمبے تھے اور آفتاب کی نسبت وُہ زیادہ تکلیف میں تھی۔

"فکر نہ کرو — ہم اسے دیکھ لیں گے۔"

عین اُس وقت انسپکٹر کامران مرزا اُوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے ___ انہوں نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے لانچ کے منظر کو دیکھا اور پھر غوطہ خوری کا لباس اُتار کر ڈرائیور کی طرف بڑھے۔

"تو رسی اس نے کاٹی تھی، مَیں خود حیران تھا کہ تم سب کی نگرانی کے باوجود کوئی کس طرح لانچ پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گیا" انہوں نے ڈرائیور کے نزدیک پہنچتے ہوئے کہا۔ ادھر صورتِ حال ابھی تک وہی تھی۔ اچانک ڈرائیور غرّایا:

"خبردار! اگر میری طرف آنے کی کوشش کی، تو مَیں ان دونوں کو اُٹھا کر سمندر میں پھینک دوں گا" اس کا اشارہ آفتاب اور فرحت کی طرف تھا۔

"بالکل غلط! تم ہمیں اس جگہ سے ہلا بھی نہیں سکتے" آفتاب نے بلند آواز میں کہا۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے، تمہارے بازوؤں کے گرد تو رسی جکڑی ہوئی ہے ___ لہذا مَیں آگے کیوں نہ بڑھوں" اُنہوں نے کہا اور آگے بڑھ کر ایک زور دار مُکّا اس کی کھوپڑی پر رسید کر دیا ___ وہ لڑکھڑا گیا، آنکھیں بند ہوتی نظر آئیں۔

"بس! اب تم دونوں اسے چھوڑ کر الگ ہٹ جاؤ" انہوں نے آفتاب اور آصف سے کہا۔

دونوں نے یہی کیا ___ فوراً ہی ایک اور مُکّا اس کے سر

پر پڑا اور وہ دھڑام سے نیچے آ رہا۔

"شاید یہ سمجھتا تھا کہ مَیں رسی کی مدد کے بغیر اُوپر نہیں آ سکوں گا" انہوں نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔

"ابا جان! اب ہماری حیرت انتہا کو پہنچ چکی ہے، آخر یہ چکر کیا ہے ___ یہ شخص غدار کیسے نکل آیا"

"مَیں اسے نہیں جانتا ___ مجھے صرف اتنا بتایا گیا تھا کہ سمندر کے کنارے لانچ تیار ملے گی"

"یوں بات ہماری سمجھ میں نہیں آئے گی، شروع سے بتائیے نا ___ معاملہ کیا ہے؟"

اسی وقت ڈرائیور نے آہ بھری، وہ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا، اب اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

"کافی سخت جان ہے، ورنہ میرے دو گھونسے کھا کر کوئی اتنی جلدی ہوش میں نہیں آیا کرتا ___ خیر یہ بھی اچھا ہی ہوا، ہم اس سے یہ تو معلوم کر سکیں گے کہ اصل آدمی کہاں ہے؟"

"جی اصل آدمی ___ تو کیا آدمی بھی اب نقلی بننے لگے ہیں" آفتاب نے بوکھلا کر کہا۔

"میرا مطلب اُس ڈرائیور سے ہے جسے لانچ دے کر یہاں بھیجا گیا تھا ___ اسی کی جگہ اس نے لی ہے نا" انہوں نے اس

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، پھر اُسے سر کے بالوں سے پکڑتے ہوئے بولے:

"بتاؤ! لانچ کا اصل ڈرائیور کہاں ہے؟"

"وہ اب تک سمندر کی مچھلیوں کی خوراک بن چکا ہوگا۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔

"کیا!!" انسپکٹر کامران مرزا دھک سے رہ گئے۔

"ہاں، میں نے اسے اُٹھا کر پانی میں پھینک دیا تھا — اس نے ہاتھ پاؤں تو بہت مارے — لیکن پھر غائب ہوگیا۔"

"تم غلط کہتے ہو، لانچ کا ڈرائیور کم از کم تیرنا ضرور جانتا ہے — اس صورت میں وُہ غائب کیسے ہو سکتا ہے؟"

"سمندر کی موجیں یہاں بہت طوفانی ہیں، اچھے سے اچھا تیراک بھی خود کو سنبھال نہیں پاتا۔" اس نے کہا۔

"خیر، ہم بھی تمہیں مچھلیوں کی خوراک بنا دیں گے — فکر نہ کرو۔" انہوں نے سرد آواز میں کہا، پھر بولے:

"اب یہ بتاؤ — تم ہو کون — اور لانچ پر کس کے حکم سے آئے تھے۔"

"افسوس! میں کچھ نہیں بتا سکتا — اِدھر میں منہ کھولوں گا، اُدھر میرا کام تمام کر دیا جائے گا۔" اس نے اب بھی لاپروائی سے کہا۔

"کون ہے وُہ — جو تمہارا کام ختم کر دے گا؟"

"یہی بتانا تو موت کو دعوت دینا ہے۔"

"لیکن میں تم سے معلوم کر کے رہوں گا۔"

اچانک انہوں نے ایک لانچ کی آواز سنی، نقلی ڈرائیور زور سے چونکا۔ پھر اس نے تھر تھر کانپتی آواز میں کہا:

"لو، وُہ آگیا — اب خود ہی اس سے پوچھ لینا — ویسے میرا خیال ہے — تمہیں اس سے کچھ پوچھنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

"کیا مطلب؟"

اس وقت ایک زبردست دھماکہ ہوا — اور ان کی لانچ کے پرخچے اُڑ گئے ——

لٹکا دو

واقعات پہلے ہی کچھ کم تیزی سے پیش نہیں آئے تھے کہ اوپر سے یہ افتاد پڑی ـــ دوسری لانچ پر چھوٹے سائز کی کوئی توپ فٹ تھی جس سے فائر کیا گیا تھا؛ تاہم نشانہ ایسی جگہ لگا کہ لانچ کے پرخچے تو ضرور اُڑ گئے، وہ سب بچ گئے ـــ اب وہ پانی میں غوطے کھا رہے تھے۔ ساحل یہاں سے اتنا نزدیک نہیں تھا کہ آدمی تیر کر وہاں پہنچ سکتا ـــ نہ ہی آس پاس کوئی جزیرہ تھا ـــ جزیرے اگر تھے تو بہت فاصلے پر ـــ گویا ان تک پہنچنا بھی اتنا ہی مشکل تھا جتنا ساحل پر۔

انسپکٹر کامران مرزا نے پانی پر اُبھرتے ہوئے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ حملہ آور لانچ لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی جا رہی تھی ـــ انہوں نے آفتاب، آصف اور فرحت کو مختلف سمتوں میں غوطے کھاتے دیکھا، ڈرائیور بھی ایک طرف زندگی کے لیے جدوجہد کرتا نظر آیا ـــ

"ایک جگہ جمع ہونے کی کوشش کرو ـــ میں لانچ کا کوئی تختہ پکڑنے کی کوشش کرتا ہوں" انہوں نے بلند آواز میں کہا۔ ان کی آواز نے ان تینوں میں حوصلہ بھر دیا ـــ انسپکٹر کامران مرزا اب نہایت آسانی سے تیرنے کی پوزیشن میں آ گئے تھے، انہوں نے کسی تختے کی تلاش میں نظریں دوڑانا شروع کیں، لانچ کے تختے وغیرہ تہہ نشین تو ہو نہیں سکتے تھے ـــ ضرور آس پاس ہی کہیں تھے ـــ آخر ان کی نظریں ایک بڑے سے تختے پر پڑ ہی گئیں۔

"میں اس طرف جا رہا ہوں ـــ تم بھی میرے پیچھے آنے کی کوشش کرو" انہوں نے پھر بلند آواز میں کہا۔

"بہت بہتر ابا جان" آفتاب بولا۔

تختے کے نزدیک پہنچ کر ان کی آنکھیں خوشی سے چمک اُٹھیں یہ لانچ کا نچلا حصہ تھا اور بالکل کسی کشتی کی طرح تیر رہا تھا، اتنا بڑا تھا کہ اس پر دس آدمی سوار ہو سکتے تھے ـــ انہوں نے اسے ایک ہاتھ سے پکڑ لیا اور اس طرف مڑے جس طرف سے آفتاب، آصف اور فرحت آ رہے تھے۔ ان کے نزدیک پہنچتے ہی وہ بولے:

"میں نے اس تختے کو ایک طرف سے پکڑ رکھا ہے ـــ آفتاب تم دوسری طرف سے پکڑ لو ـــ تاکہ آصف اور فرحت اس پر سوار ہو سکیں"

"جی بہتر!" آفتاب نے کہا اور تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے تختے تک پہنچ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ تختے کے دوسرے کنارے پر جما دیے۔

"چلو آصف، فرحت — جلدی کرو، لیکن دونوں ایک ہی طرف سے چڑھنے کی کوشش نہ کرنا، ورنہ تختہ اُلٹ جائے گا۔"

دونوں تختے پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگے — اور آخر صرف ایک منٹ کی کوشش کے بعد وہ اُوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔

"اب تم اس کنارے کی طرف سرک جاؤ جسے آفتاب نے پکڑ رکھا ہے، اس طرح وہ بھی چڑھ جائے گا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے — اور جب آفتاب بھی چڑھ گیا تو انھوں نے کہا۔

"اب تم تختے کے تین طرف ہو جاؤ — اس کے کناروں کو مضبوطی سے پکڑ لو تاکہ تختہ اُلٹ بھی جائے تو بھی یہ تمہارے ہاتھوں میں ہی رہے۔"

تھوڑی دیر بعد چاروں تختے پر ہچکولے کھا رہے تھے۔ تختہ کبھی اوپر ہو رہا تھا اور کبھی نیچے۔ اچانک انھوں نے پھنسی پھنسی آواز سنی:

"مم — میں گیا — بچ — چاؤ"

اُنھوں نے چونک کر آواز کی سمت میں دیکھا — ڈرائیور انہیں ڈوبتا نظر آیا —

"تختے کی طرف آنے کی کوشش کرو، ہم تمہیں اُوپر چڑھا لیں گے۔" انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

ان کی آواز اس کے لیے تنکے کا سہارا ثابت ہوئی — اس نے ایک بار پھر ہاتھ پاؤں چلانے شروع کر دیے اور تختے کی طرف آنے لگا، ادھر وہ تختے کو اس کی طرف لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے چپوؤں کا کام لے رہے تھے۔

"لیکن انکل، ہم اسے کیوں بچائیں — یہی تو ہے وہ — جس نے ہمیں ہلاک کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"اس وقت اسے بچانا ہمارا فرض ہے، ہم اسے قانون کے حوالے کر سکتے ہیں، پھر قانون اسے جو چاہے سزا دے، دوسرے یہ کہ بعض اوقات انسان انتہائی مجبوری کی حالت میں جرم کر بیٹھتا ہے، یا مجرموں کا ساتھی بن جاتا ہے — حالانکہ اس کا دل اسے جرم کرنے کی اجازت نہیں دیتا — ایسی صورت میں اس سے ضرور رعایت برتنی چاہیے — کیا خبر اس نے کن حالات سے مجبور ہو کر ایسا کیا ہے — اب اگر یہ ہماری آنکھوں کے سامنے ڈوب گیا اور ہمیں بعد میں ایسی ہی کوئی بات معلوم ہوئی تو کیا ہم رنج محسوس نہیں کریں گے اور یہ نہیں سوچیں گے کہ ہم نے اسے نہ بچا کر غلطی کی تھی، جب کہ بچانے کی صورت میں ہمارا

کچھ نقصان نہیں ہے ، فائدہ ہی فائدہ ہے — شاید یہ اس نیکی
کے بدلے میں ہمیں ان لوگوں کے بارے میں کچھ بتا دے ،
جنہوں نے ہماری لانچ کو غرق کیا ہے ۔"

"اوہ ہاں — ابھی تک تو ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ
چکر کیا ہے ۔"

"ذرا فرصت ملے تو سب کچھ بتا دوں گا — پہلے تو اسے
بچانا چاہیے ۔"

کسی نہ کسی طرح وہ تختے کے نزدیک پہنچ گیا ، انسپکٹر کامران
مرزا نے توازن کا خیال رکھتے ہوئے اسے اوپر چڑھا لیا — وہ
لمبے لمبے سانس لے رہا تھا — اس کا سینہ لوہار کی دھونکنی کی طرح
پھول اور پچک رہا تھا — کئی منٹ بعد وہ اپنے اوسان بحال
کرنے میں کامیاب ہو سکا اور پھر اس کا منہ کھلا :

"آپ — آپ نے مجھے کیوں بچا لیا — میں نے تو آپ چاروں
کی جان لینا چاہی تھی ۔"

"جان لینے والا اور دینے والا وہ اللہ ہے ، نہ ہم کسی
کی جان بچا سکتے ہیں ، نہ کسی کو مار سکتے ہیں — ابھی تمہاری زندگی
باقی تھی — اس لیے تم بچ گئے ۔" وہ بولے ۔

"نہیں نہیں — آپ لوگ بہت عظیم ہیں ، میں بہت شرم
محسوس کر رہا ہوں ۔"

"شرم محسوس کرنے کی کیا ضرورت ہے — تمہیں بچانا ہمارا
فرض تھا — ویسے کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم کن لوگوں کے
لیے کام کر رہے ہو ۔"

"میں آپ کو سب کچھ بتاؤں گا — جو کچھ مجھے معلوم ہے
وہ سبھی کچھ بتاؤں گا ۔" اس نے کہا ۔

"تو پھر بتاؤ ۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے ۔

"یہاں نہیں — یہ جگہ غیر محفوظ ہے ، آپ نے دیکھا نہیں ،
کس طرح آناً فاناً وہ نمودار ہوا اور لانچ کے پرخچے اڑا کر غائب
ہو گیا ۔"

"ہاں ! ہم نے دیکھا —"

انسپکٹر کامران مرزا کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے ،
اسی وقت ایک بار پھر لانچ کی آواز سنائی دی تھی ، ان کے کان
کھڑے ہو گئے — وہ آواز کی سمت میں دیکھنے لگے ۔

"وہ — وہ پھر آ رہا ہے ۔" ڈرائیور نے بوکھلا کر کہا ۔

"ہاں ! وہ پھر آ رہا ہے ۔" یہ کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا
نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر مایوس ہو کر باہر نکال لیا ۔

"پستول تو شاید سمندر کی تہہ میں پہنچ چکا ہے ۔"

"اب کیا ہو گا انکل ۔" آصف نے بوکھلا کر کہا ۔

"ہونا کیا ہے — ایک بار پھر ہم غوطے کھاتے نظر آئیں گے ۔"

انہوں نے مسکرا کر کہا، پھر ڈرائیور سے بولے:

"تمہارا نام کیا ہے دوست ـــ"

"میرا ـــ میرا نام خالد رشید ہے۔"

"کیا تم نے ان لوگوں کے لیے اپنی مرضی سے کام شروع کیا تھا؟"

"ہاں، میں بچپن سے ہی جرائم پیشہ زندگی میں پڑ گیا تھا ـــ ماں باپ بچپن میں فوت ہو گئے تھے، چچا نے گھر پر قبضہ کر کے مجھے باہر نکال دیا، اس طرح میں دھکے کھاتا کھاتا جرائم پیشہ بن گیا، پھر ایک دن میں نے اپنے چچا کو مار ڈالا، لیکن میرے خلاف عدالت میں کوئی ثبوت پیش نہ کیا جا سکا ـــ اور میں بری ہو گیا ـــ اس طرح میں آزادانہ زندگی گزار رہا تھا کہ اس گروہ کے لوگ مجھ سے ٹکرا گئے ـــ اور پھر میں ان کا ساتھی بن گیا، میں اچھا آدمی نہیں ہوں جناب ـــ بہت برا آدمی ہوں ـــ اب یہ لوگ چاہتے ہیں، مجھے موت کے گھاٹ اتار دیں ـــ تاکہ میں ان کے خلاف کچھ بیان نہ دے سکوں ـــ لیجیے ـــ وہ پھر آ گیا، آج ہماری خیر نہیں۔"

انہوں نے دیکھا، لانچ آندھی اور طوفان کی طرح ان کی طرف چلی آ رہی تھی ـــ

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں یہ حالات پیش آئیں گے ورنہ پورا پورا بندوبست کر کے آتا۔" انسپکٹر کامران مرزا بڑبڑائے ـــ

"کیا ہمیں بے بسی کی موت مرنا ہو گا۔" آفتاب کے منہ سے نکلا۔

"کیا اس سے یہ بہتر نہیں کہ ہم پانی میں چھلانگیں لگا دیں، اس طرح ہم ان کی فائرنگ سے بچ سکتے ہیں۔"

"لیکن اس مرتبہ ان کا ارادہ فائرنگ کا نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا لانچ کی طرف بغور دیکھتے ہوئے بولے۔

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"اس طرح کہ فائرنگ کرنے کے لیے انہیں اس قدر نزدیک آنے کی ضرورت نہیں تھی ـ اس سے پہلے جب انہوں نے فائر کیا تھا، تو یہ بہت فاصلے پر تھے ـــ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ یہ فائرنگ نہیں کریں گے۔" وہ دھیرے سے مسکرائے۔

"کیوں نہیں کریں گے۔" فرحت حیران ہو کر بولی۔

ابھی انسپکٹر کامران مرزا کوئی جواب نہیں دے پائے تھے کہ لانچ بالکل نزدیک پہنچ گئی ـ انہوں نے دیکھا، اس کے عرشے پر تین آدمی کھڑے تھے ـ ان تینوں کے ہاتھوں میں جدید قسم کے پستول تھے۔

"تم لوگ اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو، اگر کسی نے بھی کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو وہ اپنی موت کو خود آواز دے گا۔"

"بہت اچھا! ہم آواز نہیں دیں گے۔" آفتاب بولا۔

لانچ آہستہ رفتار سے تختے کے بالکل ساتھ آ کر رک گئی۔

"چلو۔ لانچ پر آ جاؤ۔ خالد رشید تم بھی آؤ۔"

"اوہ۔ اوکے سر!" اس نے چہک کر کہا۔

"خالد رشید! کیا یہی شخص تمہارا باس ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے سرگوشی کی۔

"جی نہیں۔ خدا کے لیے مجھ سے بات نہ کیجیے۔" اس نے بھی سرگوشی کی۔

سب سے پہلے خالد رشید ہی لانچ پر سوار ہوا اور فوراً ہی بولا:

"خدا کا شکر ہے آپ لوگ پہنچ گئے، ورنہ یہ لوگ تو مجھے قانون کے حوالے کر دیتے۔"

"بکواس۔ چلو۔ تم چاروں بھی آؤ۔"

"آ رہے ہیں جناب۔ اتنی بھی کیا جلدی ہے۔ کیا ہم اپنا تختہ بھی ساتھ لے آئیں؟" آفتاب بول اٹھا۔

"فضول باتیں نہ کرو۔" پستول والا غرایا۔

"اب مجھے کیا معلوم تھا کہ تمہارے نزدیک یہ فضول بات ہے۔" اس نے برا سا منہ بنایا۔

"اگر اب بولے تو اپنے ساتھیوں سے جدا کر دیے جاؤ گے۔"

اس کے لہجے میں بلا کی سختی در آئی اور آفتاب سہم گیا۔

پہلے فرحت، آصف اور آفتاب لانچ پر سوار ہوئے اور ان کے بعد انسپکٹر کامران مرزا۔ اس کے ساتھ ہی لانچ کا رخ موڑ لیا گیا۔

"بے چارا تختہ۔ اس نے ہمارا کتنا ساتھ دیا۔" آفتاب بڑبڑایا۔ اس کی نظریں پانی پر تیرتے تختے پر جمی تھیں۔

"کیا تمہیں یاد نہیں رہا کہ میں نے کیا کہا تھا؟"

"تو میں تم سے کب بول رہا ہوں۔ اب کیا ہم اس تختے کو الوداع بھی نہیں کہہ سکتے؟"

"تم۔ تم عجیب ہو۔" وہ جھنجلایا۔

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔" آفتاب بھلا کب چپ رہنے والا تھا۔

"خالد رشید! اب تک تم نے ان لوگوں کو جو کچھ بتایا ہے، مجھے تفصیل سے سنا دو۔" پستول والے نے کہا۔

"مسٹر خاور۔ میں نے ابھی تک ان لوگوں کو کچھ بھی نہیں بتایا سوائے اس کے کہ میں کس طرح جرائم پیشہ زندگی میں داخل ہوا۔"

"تم جھوٹے ہو۔ تم نے انہیں ہمارے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"جی نہیں مسٹر خار دار —" خالد رشید کہنے جا رہا تھا کہ آفتاب نے بات کاٹ دی۔

"مسٹر خالد رشید — تم بھی عجیب آدمی ہو، کم از کم اپنے آفیسر کا نام تو درست بولو — چلو ہم نے مانا — یہ تمہارے کوئی سرکاری آفیسر نہیں، جرائم پیشہ زندگی کے آفیسر ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ان کا نام مسٹر کار دار کی بجائے مسٹر خار دار لو۔"

"تم پھر بولے — یہ میرا اعزازی نام ہے — باس نے میرے کاموں سے خوش ہو کر مجھے اس خطاب سے نوازا تھا، مجھے بھی اپنا یہ نام بہت پسند آیا اور اب میں پرانے نام سے پکارا جانا بالکل پسند نہیں کرتا۔"

"تو تمہارا پرانا نام کار دار تھا۔" فرحت بولی۔

"نہیں، تم لوگ غلط سمجھ رہے ہو، باس نے کار دار کا ہموزن خار دار نہیں رکھا — بلکہ میں دشمنوں کے لیے کانٹوں کی طرح تکلیف دہ ثابت ہوتا ہوں — اب اس وقت کو لے لو، میں نے پلک جھپکنے میں تمہاری لانچ تباہ کر دی۔"

"ہاں! یہ تو خیر تم ٹھیک کہتے ہو، میں تو پلک جھپک ہی نہیں پایا تھا۔" آفتاب بولا اور انسپکٹر کامران مرزا بے ساختہ مسکرا دیے۔

"تم — تم مرا مذاق اڑا رہے ہو —"

"نہیں تو — میرے جملے میں تو ایسی کوئی بات نہیں۔"

"تمہاری آواز مجھے زہر سے بھی زیادہ کڑوی لگ رہی ہے — آخری بار کہہ رہا ہوں — منہ بند رکھو۔"

"اچھا، میں بھی یہ آخری بار بول رہا ہوں — اب جب تک تم خود مجھے منہ کھولنے کے لیے نہیں کہو گے، نہیں بولوں گا۔" اس نے بھی جھلا کر کہا۔

"ہاں تو خالد رشید، تم نے بتایا نہیں۔"

"کیا بتاؤں! میں نے انہیں کچھ بتایا ہو تو بتاؤں بھی۔" اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"اچھی بات ہے — اب میں تمہیں پوری طرح خار دار بن کر دکھاؤں گا — ہیلو ٹامو — اب ہم سیدھے باس کی طرف نہیں جائیں گے — ورنہ باس ناراض ہو گا — وہ کہے گا — اگر میں خالد رشید کی زبان نہیں کھلوا سکا تھا، تو پھر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی — لہذا ہم پہلے اپنے عارضی ٹھکانے پر چلیں گے اور وہاں سے فارغ ہو کر باس کے پاس۔"

"آخر یہ چکر کیا ہے؟" آصف بے چینی کے عالم میں دبی آواز میں بڑبڑایا —

"خاموش رہو، کہیں تمہیں بھی منہ بند رکھنے کا حکم نہ مل جائے۔" فرحت گھبرا کر بولی۔

"چلو حبشی — ان سب کو اندر کمرے میں لے چلو۔" خار دار

نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے دیکھا، لانچ پر کُل چار ہی آدمی تھے ــــ ایک ڈرائیور جسے خاردار نے ٹامو کہہ کر پکارا تھا، باقی دو جو پستول سنبھالے کھڑے تھے ــــ اب یہ تینوں انہیں لانچ کے کمرے میں لے کر جا رہے تھے ــــ گویا ڈرائیور کے علاوہ صرف تین آدمی اور تھے، تینوں کے ہاتھوں میں پستول تھے ــــ وُہ ان سے کسی وقت بھی نبٹ سکتے تھے۔ لیکن پہلے وُہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ خاردار کرنا کیا چاہتا ہے دوسرے یہ کہ اگر وُہ اس وقت ہی ان لوگوں سے بھڑ جاتے تو باس کے جزیرے پر پہنچنا ان کے لیے مشکل ہو جاتا، جب کہ خاردار خود ہی لے جانے کا پروگرام رکھتا تھا ــــ چنانچہ وہ خاموشی سے قدم اٹھانے لگے۔

آدھ گھنٹے کے سفر کے بعد لانچ رُک گئی ــــ کمرے سے نِکل کر انہوں نے دیکھا، لانچ ایک جزیرے کے کنارے کھڑی تھی۔ یہ ایک بہت ہی چھوٹا سا جزیرہ تھا۔ سفیدے کی قسم کے بالکل صاف تنوں والے لمبے لمبے درخت بے تحاشہ اُگے ہوئے تھے، زمین پر لمبی لمبی گھاس بھی تھی۔

"آؤ بھئی ــــ ہمارا عارضی ٹھکانا آ گیا" خاردار نے کہا ــــ وُہ سب لانچ سے اُترے ــــ

خالد رشید کا رنگ اب پتّوں کی مانند زرد نظر آ رہا تھا۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جُھک کر اس کے کان میں کہا:

"آخر تم اتنے خوف زدہ کیوں ہو، یہ کُل چار تو آدمی ہیں"

"ہاں، لیکن یہ چاروں حد درجے خطرناک ہیں، میری بوٹی بوٹی الگ کر دیں گے" اس نے لرزتی آواز میں کہا، ایک لمحے کے لیے رُکا، پھر قدرے اونچی آواز میں بولا:

"یہ تو صرف آپ یا مَیں جانتے ہیں کہ مَیں نے آپ لوگوں کو کچھ نہیں بتایا ــــ لیکن یہ اس پر کبھی یقین نہیں کریں گے"

"خالد رشید! تم ان لوگوں سے دبی آواز میں باتیں کر رہے ہو اور آواز کو اِس حد تک اونچی بھی کر رہے ہو کہ میں سُن لوں ــــ لیکن کان کھول کر سُن لو۔ مجھے تمہاری کسی بات پر یقین نہیں ــــ مَیں تم سے یہ اگلوا کر رہوں گا کہ تم نے ان لوگوں کو کیا بتایا ہے" خاردار نے کرخت آواز میں کہا۔

"آخر اب اس بات کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے، جب کہ ہم لوگ بھی تمہارے قبضے میں ہیں ــــ یا تو ہم بھاگ نکلے ہوتے تب تو تمہیں فکر بھی ہوتا" انسپکٹر کامران مرزا نے تنک کر کہا۔

"تم نہیں جانتے ــــ ہمارے گروہ کا کوئی آدمی کبھی کسی حالت میں بھی گروہ کے باہر کسی آدمی کو کوئی بات نہیں بتا سکتا، اگر

بتاتا ہے تو وہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور باس کے نزدیک وعدہ خلافی کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔" اس نے کہا۔

"تو سُن لو ۔۔۔ اس نے ہمیں صرف اپنے بچپن کے واقعات سنائے ہیں اور یہ کہ کن حالات میں وُہ مجرمانہ لائنوں پر نِکلا، اس کے علاوہ اس نے کچھ نہیں بتایا۔"

"مَیں یقین نہیں کر سکتا۔"

"اور میں تمہیں یقین دلانا بھی نہیں چاہتا۔" انسپکٹر کامران مرزا کو غُصّہ آگیا۔

"تو پھر خاموشی سے راستہ طے کرو۔" اُس نے بھی غرّا کر کہا ۔۔۔

آخر وُہ ایک جگہ پہنچ کر رُک گئے ۔۔۔ یہاں تقریباً تیس مُربع گز جگہ درختوں سے صاف کی گئی تھی ۔۔۔ کئی درختوں سے رسّیاں لٹکتی نظر آئیں۔

"لو فرحت ۔۔۔ تمہارے لیے جھولوں کا بندوبست ہو گیا۔" آصف نے خوش ہو کر کہا۔ خار دار نے فوراً اس کی طرف مُڑ کر دیکھا، لیکن پھر یہ دیکھ کر خاموش ہو گیا کہ بولنے والا آفتاب نہیں تھا، وُہ بھی اس کا مطلب سمجھ کر مُسکرا دیے۔

"اسے اُلٹا لٹکا دو۔" خار دار نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا ۔۔۔

"اس کے لیے ہمیں پستول جیبوں میں رکھنے ہوں گے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"تو کیا ۔۔۔ تمہارے خیال میں، مَیں اور ٹامو ان لوگوں کے لیے ناکافی ہوں گے، جب کہ میرے ایک ہاتھ میں ایک پستول بھی ہے۔"

"ن ۔۔۔ نہیں ۔۔۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وُہ ہکلایا۔

"چلو، آیندہ ایسی بات سوچے سمجھے بغیر منہ سے نہ نکالنا ..." خار دار نے کہا۔

اس کے دونوں ساتھیوں نے جیب میں پستول رکھ لیے اور خالد رشید کی طرف بڑھے۔

"کیوں بھئی ۔۔۔ کیا اس کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا مطلب؟" خار دار چونکا۔

"میرا مطلب ہے کہ اس غریب کو اُلٹا لٹکائے بغیر تم اس کی زبان نہیں کھلوا سکتے۔"

"یہ ہمارا کام ہے ۔۔۔ ہم ہی جانتے ہیں کہ کیسے ہو گا۔"

"اُلٹا لٹکا کر بھی تم اس سے کچھ معلوم نہیں کر سکو گے، لہذا اس ارادے سے باز آؤ۔" انسپکٹر کامران مرزا سخت لہجے میں بولے ۔۔۔

"تم سے بھی سمجھوں گا۔" اس نے انہیں کھا جانے والی نظروں سے گھورا۔

"ایک تو ہم سے ہر کوئی سمجھنے پر تُل جاتا ہے۔" آفتاب سے رہا نہ گیا ——

"تم پھر بولے۔" وہ جھنّا کر اس کی طرف پلٹا۔

"بہت خاموش رہ لیا، اب اتنی زیادتی بھی ٹھیک نہیں۔" آفتاب نے ہاتھ زور سے جھٹکا۔

اس وقت تک خار دار کے دونوں ساتھی خالد رشید کو زمین پر لٹا کر اس کے پیروں میں رسی باندھنا شروع کر چکے تھے —— رسی ایک درخت سے کھینچی گئی تھی۔ انہیں حیرت تھی تو اس بات پر کہ کہاں تو خالد رشید لانچ پر ان تینوں سے بھڑ گیا تھا اور کہاں ان دو کے مقابلے میں اس نے ہاتھ پیر بھی نہیں چلائے۔

"خالد رشید، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم ان لوگوں سے اس قدر خوف زدہ کیوں ہو؟" آصف بولا۔

"اس لیے کہ انہیں آپ نہیں، میں جانتا ہوں۔"

"آخر ان لوگوں میں ایسی کیا بات ہے۔"

"یہ لوگ بہت ظالم ہیں۔"

انسپکٹر کامران مرزا اس وقت عجیب اُلجھن میں تھے۔ اگر وُہ

خالد رشید کو بچانے کی کوشش کرے تو انہیں خار دار اور اس کے ساتھیوں کو بے بس کرنا پڑتا، جب کہ بے بس ہونے کے بعد وہ انہیں باس تک نہیں لے جا سکتے تھے —— اور اگر وہ خاموش کھڑے رہتے تو یہ لوگ نہ جانے خالد رشید کے ساتھ کیا سلوک کرتے، ان کی آنکھوں کے سامنے کیا کیا ظلم نہ توڑتے ——

ادھر آفتاب، آصف اور فرحت حد درجے بے چین تھے —— ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے، انسپکٹر کامران نے سمندر میں غوطہ خوری کا پروگرام کیوں بنایا تھا —— لانچ کا اصل ڈرائیور کون تھا —— اس کا کیا بنا —— کیا خالد رشید نے اسے واقعی سمندر میں دھکیل دیا —— یہ لوگ کون ہیں —— جنہوں نے اصل ڈرائیور کی جگہ لینے کے لیے خالد رشید کو بھیجا اور پھر جب انہوں نے دیکھا کہ خالد رشید ان کے قابو میں آ گیا ہے تو انہوں نے لانچ کو ہی اڑا دیا —— اس پر بھی بس نہیں کیا گیا۔ تختے پر سے انہیں اپنی لانچ پر سوار ہونے پر مجبور کر دیا —— آخر یہ کون لوگ ہیں —— کیا چاہتے ہیں —— چاروں سوچ میں گم تھے —— ادھر رسی کا دوسرا سرا اب درخت کی شاخ پر ڈال کر وُہ دونوں دوسری طرف سے کھینچ رہے تھے —— خالد رشید کی ٹانگیں اوپر اٹھنے لگیں، سر زمین پر ٹکا رہا —— ٹانگیں اُوپر اٹھتی چلی گئیں، یہاں تک کہ سر بھی اوپر اٹھ گیا۔ اب وُہ فضا میں جھول رہا تھا ——

«ابا جان! آپ کیا سوچ رہے ہیں؟» ایسے میں آفتاب کی آواز گونجی ـــــ

«سوچ رہا ہوں، میں کیا کروں ـــ مجھے کیا کرنا چاہیئے؟»

«شاید آپ خالد رشید کے بارے میں سوچ رہے ہیں؟» وہ بولا ـــــ

«ہاں، یہی بات ہے۔»

«یہ شخص اپنے چچا کا قاتل بھی تو ہے۔» آصف بول پڑا۔

«ہاں! مجھے یہ بات بھی یاد ہے ـــ لیکن اس میں غلطی چچا کی بھی تھی ـــ اس نے بھی تو اس کا حق غضب کیا تھا۔» وہ بولے ـــــ

«چلیے ٹھیک ہے، لیکن اس لانچ کے ڈرائیور کی کیا غلطی تھی جسے اس نے مچھلیوں کی خوراک بنا دیا، کیا یہ اسے بے ہوش کر کے لانچ میں نہیں ڈال سکتا تھا۔»

«اوہ ہاں ـــ یہ واقعی اس کی ایسی غلطی ہے جو معاف نہیں کی جا سکتی۔»

«تو پھر مرنے دیجیے ـــ آپ کیوں اس کے لیے پریشان ہو رہے ہیں۔» آصف بولا ـــــ

«ارے ارے ـــ تم تو اس طرح کہہ رہے ہو، جیسے اس وقت پستول میرے ہاتھ میں نہیں، تم لوگوں کے ہاتھ میں ہو اور تم

جو جی میں آئے، کر سکتے ہو۔» خار دار نے طنزیہ انداز میں کہا۔

«آپ اپنے کام سے کام رکھیں جناب، ہم آپ سے نہیں آپس میں بات کر رہے ہیں۔» آفتاب نے منہ بنایا۔

«دیکھو، کہیں میں فائر نہ کر دوں۔»

«یہ بھی کر کے دیکھ لو۔» فرحت نے تلملا کر کہا۔

خار دار انہیں گھور کر رہ گیا ـــ پھر اس نے کہا:

«تم لوگ کچھ سر پھرے معلوم ہوتے ہو ـــ دراصل یہ نہیں جانتے کہ میں کیا چیز ہوں ـــ خیر ـــ میں تمہیں اپنے نشانے کا ایک معمولی سا نمونہ دکھاتا ہوں۔» ـــ یہ کہتے ہوئے اس نے ٹھٹکتے ہوئے خالد رشید کی طرف دیکھا اور اس کی روح جیسے فنا ہو گئی ـــ ساتھ ہی خار دار نے فائر کر دیا ـــ خالد رشید کے حلق سے ایک بھیانک چیخ نکلی اور انہوں نے اس کے کان کی لو کو غائب ہوتے دیکھا، کان کی لو سے خون کی دھار تیزی سے نکلنے لگی۔

«تم نے میرا نشانہ دیکھا۔»

«یہ کوئی خاص بات نہیں، کہو تو میں اس کے دوسرے کان کی لو اڑا کر دکھا دوں۔» آفتاب بولا۔

«اس بھول میں نہ رہو کہ میں پستول تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔»

"اچھا — نہیں رہوں گا۔" اس نے سعادت مندانہ لہجے میں کہا۔

"ہاں خالد رشید۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے کان کی لو اپنی جگہ پر رہ جائے تو صرف اتنا بتا دو کہ انہیں تم نے کیا بتایا ہے۔"

"م — میں نے... میں نے انہیں سب کچھ بتا دیا ہے۔" خالد رشید نے چیخ کر کہا۔

"ارے! تو یوں کہو نا۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے ٹریگر دبا دیا۔

فاضل پرزہ

انہیں اس کی ایک فیصد بھی اُمید نہیں تھی کہ خار دار ایسا کرے گا — ورنہ شاید وہ تمام باتیں بھول کر اس پر ٹوٹ ہی پڑتے اور خالد رشید کو بچا لیتے۔ گولی خالد رشید کی پیشانی میں ماری گئی تھی — اور انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں — خالد رشید کی آخری چیخ بہت بھیانک تھی۔

"اس کی لاش یونہی لٹکتی رہنے دو، جزیرے کے جانور خود ہی اس کا صفایا کر دیں گے — تم دونوں اب اپنے پستول نکال لو آؤ ہم ان لوگوں کو باس تک لے چلیں۔"

"بہت بہتر!"

وہ جزیرے کے ساحل کی طرف چل پڑے — انسپکٹر کامران مرزا، آفتاب، آصف اور فرحت، خالد رشید کے بارے میں سوچ رہے تھے — اس نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ اپنے ظالم چچا کو موت کے گھاٹ اتارنے کا اسے کوئی حق نہیں

تھا، اسے چاہیے تھا کہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتا اور جرائم پیشہ زندگی نہ اپناتا — اگر وہ ایسا کرتا تو آج اس کا یہ انجام ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔

انہیں پھر لانچ کے کمرے میں لایا گیا، لانچ روانہ ہوئی تو آفتاب نے کہا:

"ابا جان! آخر اس مرتبہ ہمیں کب پتا چلے گا کہ یہ قصہ کیا ہے۔"

"بھئی تم خود ہی دیکھ لو — ابھی تک بتانے کا موقع ملا ہے —" وہ مسکرائے۔

"لیکن اس وقت تو موقع ہے، اس سے پہلے کہ یہ لوگ ہمیں باس تک پہنچائیں — آپ ہمیں ساری بات کیوں نہیں بتا دیتے؟" آصف نے بے قرار ہو کر کہا۔

"نہیں بھئی — تم نے غلط موقع چنا ہے — میں ان لوگوں کے سامنے تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا — ہاں میں مسٹر خار دار کو یہ ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے خالد رشید جھوٹ بول گیا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"اس نے ہمیں کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔"

"اوہ! پھر اس نے یہ کیوں کہا۔"

"شاید اس نے سوچا ہوگا کہ سسک سسک کر مرنے سے تو یہ کہیں بہتر ہے، آدمی ایک بار ہی مر جائے۔"

"نہیں — اب شاید تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو۔"

"بھلا مجھے ایسا کرنے کی کیا ضرورت۔"

"خیر — دیکھا جائے گا — خالد رشید کے مرنے سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا — یوں بھی وہ ہمارے لیے ایک فاضل پرزہ تھا۔"

"فاضل پرزہ — تم ایک انسان کو فاضل پرزہ کہہ رہے ہو۔" فرحت کو اس پر غصہ آ گیا۔

"ہاں — ہمارے پاس ایسے بہت سے فاضل پرزے موجود ہیں — جنہیں ہم داؤ پر لگاتے رہتے ہیں — اور وہ ختم بھی ہو جائیں تو بھی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا — اگر خالد رشید نے تمہیں کچھ نہیں بتایا تھا تو بھی مجھے اس کے مرنے پر کوئی افسوس نہیں۔" وہ کہتا چلا گیا۔

انہوں نے اپنے منہ بند کر لیے۔ خار دار پر انہیں غصہ آ رہا تھا — لیکن پھر خاموشی انہیں کاٹنے لگی — آفتاب بول ہی پڑا:

"ہمارا سفر کب ختم ہوگا؟"

"دو گھنٹے بعد۔"

"گویا باس کا ٹھکانا بہت دور ہے۔"

"اگر دور نہ ہوتا تو اس عارضی ٹھکانے کی کیا ضرورت تھی۔"

اس نے کہا ـــــ

دو گھنٹے بعد لانچ ایک بڑے جزیرے کے ساحل پر رُکی ـــ دور سے جزیرہ غیر آباد ہی نظر آ رہا تھا ـــ لانچ سے اُتر کر جب وہ جزیرے پر اترے اور آگے بڑھے تو انہوں نے دیکھا ، یہ جزیرہ مختلف قسم کے گھنے درختوں سے ڈھکا ہوا تھا ـــ آبادی کا کوئی نشان نہیں تھا ـــ تاہم پندرہ منٹ تک چلنے کے بعد انہیں چند جھونپڑیاں ضرور نظر آنے لگیں ـــــ گھنے درختوں کی وجہ سے ان جھونپڑیوں کو ساحل سے یا اوپر سے دیکھا نہیں جا سکتا تھا ـــ درخت اتنے گھنے تھے کہ شاید سُورج کی شعاعیں نیچے بہت مشکل سے پہنچ پاتی ہوں گی ـــ اس وقت تو یُوں بھی سُورج غروب ہونے کو تھا ـــ جزیرہ تاریکی کی لپیٹ میں آتا جا رہا تھا ، جھونپڑیوں میں مٹی کے تیل کے لیمپ جل رہے تھے ۔

نقاب دار نے ان لوگوں کو باہر ہی ٹھہرنے کا اشارہ کیا اور خود ایک جھونپڑی میں داخل ہوگیا ـــ پھر باہر نکلا اور بولا :

" باس اس وقت جزیرے پر موجود نہیں ـــ ساحل پر دوسری لانچ نہ دیکھ کر میں یہ اندازہ پہلے ہی لگا چکا تھا ـــ خیر وُہ کسی وقت بھی واپس آ سکتا ہے ۔ اس کے بعد تمہیں اس کے سامنے پیش کر دیا جائے گا ـــ اس وقت تک تم لوگ

دوسرے جھونپڑے میں آرام کرو ـــ ٹامو ـــ ان لوگوں کو آرام کرنے کا موقع دو ۔"

" بہت بہتر جناب ۔" ٹامو نے کہا اور اپنے دونوں ساتھیوں کو ساتھ لے کر انہیں اس جھونپڑے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا ۔ وہ اندر داخل ہوئے ـــ یہ خالی تھا ۔

" اپنے ہاتھ کمر کی طرف کر لو ۔" ٹامو بولا ۔

" کیا مطلب ؟ " انسپکٹر کامران مرزا چونکے ۔

" مطلب یہ کہ ہم تمہارے ہاتھ پاؤں باندھیں گے ۔" جھونپڑے کے ایک کونے سے نائیلون کی رسی اٹھاتے ہوئے ٹامو بولا ۔

" تو یہ تم ہمیں آرام کرنے کا موقع دے رہے ہو ۔" آصف جل کر بولا ـــ

" اس سے بہتر موقع اور کیا ہو سکتا ہے ـــ اس کے بعد تو تم زندگی کو رؤ گے ۔" ٹامو بولا ۔

" اچھا بھائی ـــ لو باندھ لو ۔" انہوں نے بے چارگی کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھ کمر کی طرف کر لیے ، ان کے ساتھ ہی آفتاب ، آصف اور فرحت نے بھی ایسا ہی کیا ۔

ٹامو کا ایک ساتھی ان کی طرف بڑھا ، دوسرا آصف کی طرف ، ٹامو پستول ان پر تانے کھڑا رہا ـــ پھر جونہی ٹامو کے ساتھی نے ان کے ہاتھوں پر ہاتھ ڈالے ، وُہ یک دم نیچے بیٹھ

گئے ۔۔ اور بلا کی تیزی سے مڑتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے اسے
ٹامو پر اچھال دیا ۔۔ وہ ٹامو کو ساتھ لیتا ہوا زمین پر گرا ،
ساتھ ہی ٹامو کی انگلی ٹریگر پر دب گئی ۔۔ اس کا ساتھی اس
کے جسم پر سے اچھل کر دوسری طرف گرا ۔ اس کے حلق سے
ایک بھیانک چیخ نکلی اور جسم تڑپنے لگا ۔

یہ سب کچھ آناً فاناً ہو گیا ، دوسرا ساتھی حیرت سے آنکھیں
پھاڑے کھڑا تھا ۔ آفتاب ، آصف اور فرحت نے اسے سنبھلنے
کا موقع دینا مناسب نہ سمجھا ۔۔ تینوں تین طرف سے اس پر
ٹوٹ پڑے ۔۔ انسپکٹر کامران مرزا نے ٹامو پر چھلانگ
لگا دی ۔۔ وہ پہلے ہی بوکھلایا ہوا تھا ۔۔ ابھی یہ جنگ جاری تھی
کہ دروازے پر خاردار نمودار ہوا ، اندر کا منظر دیکھ کر اس
کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں ۔

"یہ ۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے ؟"

"کشتی ۔۔ فری سٹائل" آفتاب بولا ۔۔ فوراً ہی ساری بات
خاردار کی سمجھ میں آ گئی ۔ اس کا ہاتھ تیزی سے جیب کی طرف
بڑھا ۔ انسپکٹر کامران مرزا کو اور تو کچھ نہ سوجھا ۔۔ انہوں نے
اس پر بھی وہی نسخہ استعمال کیا ، یعنی ٹامو کو اس کی طرف
اچھال دیا ۔۔ ایک بار پھر دو آدمی دھڑام سے گرے ۔

"تم تینوں اس کے لیے کافی ہو یا میں مدد کے لیے آؤں ؟"

انسپکٹر کامران مرزا نے ان سے کہا ۔

"آپ ان دونوں کی فکر کریں ۔۔ اسے ہم دیکھ لیں گے ۔"
آصف بولا ۔۔

"عینک لگا کر دیکھنا ، کہیں ایک کے دو نہ نظر آنے لگیں"
آفتاب نے مسکرا کر کہا ۔

تینوں اسے بری طرح چکر دے رہے تھے ۔۔ آخر اس
نے جھنجلا کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور پستول نکال لیا ۔۔ یہ دیکھتے
ہی آصف اس کے بازو کے ساتھ لٹک گیا ، پستول کا رخ اب
زمین کی طرف تھا ۔

"ہاں ، چلاؤ زمین پر گولی ۔۔ لیکن یاد رکھو ۔۔ زمین تم سے اپنا
بدلہ ضرور لے گی" آفتاب بلند آواز میں بولا ۔

"کیا کہہ رہے ہو ۔۔ زمین بدلہ لے گی" فرحت نے پیچھے کی
طرف سے دشمن کی گردن دبوچتے ہوئے کہا ۔ اب وہ دونوں ہاتھوں
سے اس کا گلا دبا رہی تھی ۔

"ہاں بھئی ۔۔ تم نے سنا نہیں ، بہت مشہور حدیث ہے
مرنے کے بعد جب انسان قبر میں لٹا دیا جاتا ہے تو زمین اس
سے کہتی ہے ۔۔ تو مجھ پر بہت اکڑ اکڑ کر چلتا تھا ۔۔ آج تو میرے
قابو میں آیا ہے ، تو میں تجھے اس کا مزا چکھاؤں گی ، یہ کہہ کر
زمین اسے اس طرح بھینچتی ہے کہ اس کی دائیں طرف کی

پسلیاں بائیں طرف اور بائیں طرف کی پسلیاں دائیں طرف گھس جاتی ہیں اور جب کوئی نیک آدمی مرتا ہے تو قبر اس کے لیے جنت کا ایک ٹکڑا بن جاتی ہے ــــ یہ تو ذکر ہے ، صرف اکڑ کر چلنے والوں کا اور نیک لوگوں کا اور جو شخص زمین پر گولیاں مارے ــــ اس کا حشر کیا ہوگا ، یہ تم خود ہی حساب لگا لو۔"

آصف اور فرحت کو ہنسی آ گئی ــــ آفتاب نے بہت کام کی بات بتائی تھی مگر بہت ہی دلچسپ پیرائے میں۔ آفتاب دشمن کے سامنے کی طرف تھا ــــ وہ چند قدم پیچھے ہٹا اور پھر دوڑ کر اس کی طرف آیا ــــ ایک زور دار ٹکر اس کے پیٹ میں لگی اور وہ بلبلا اٹھا ــــ دھکا فرحت کو بھی لگا ، لیکن چوٹ نہیں لگی۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو ، اس طرح میں بھی اس کے ساتھ گروں گی۔" فرحت نے جھنجھلا کر کہا۔

"تو پھر تم ہی بتاؤ ، میں کیا کروں۔"

"ہم اس کے لیے کافی ہیں ــــ تم انکل کی مدد کرو۔"

آفتاب نے اب دروازے کی طرف دیکھا ، انسپکٹر کامران مرزا ان دونوں سے بھڑے ہوئے تھے۔ خار دار اور ٹامو ، دونوں بہت پھرتی سے وار کر رہے تھے ــــ لیکن اس کے باوجود ان کا ہر وار خالی جا رہا تھا اور شاید یہ چیز ان کی حیرت

میں اضافہ کر رہی تھی ــــ اپنے خیال میں شاید وہ بہترین لڑاکے تھے اور کئی کئی کے مقابلے میں اکیلے بھاری تھے ، لیکن یہاں معاملہ اُلٹ تھا ، وہ دو صرف ایک شخص کا مقابلہ کر رہے تھے اور وہ ان کی کوئی پیش جانے نہیں دے رہے تھے ــــ وہ حیران نہ ہوتے تو کیا کرتے ، لیکن صرف حیران ہو کر تو کام نہیں چل سکتا تھا ــــ انہیں تو اپنے مقابل کو گرانا تھا ، یا خود گرنا پڑتا ــــ اس لیے وہ تابڑ توڑ وار کر رہے تھے ایک بار جو دونوں نے بُری طرح پیچ و تاب کھاتے ہوئے انسپکٹر کامران مرزا کے سر پر مکے مارے ، دونوں کے مکے دیوار سے ٹکرائے ــــ کیونکہ انسپکٹر کامران مرزا عین دیوار کے ساتھ کھڑے تھے ــــ وہ اس پھرتی سے نیچے بیٹھے کہ وہ اپنے مکے روک نہ سکے ، دوسرے ہی لمحے وہ بُری طرح بلبلا رہے تھے ــــ اُدھر انسپکٹر کامران مرزا نیچے جھکتے ہی ان کے درمیان سے نکل گئے اور پھر کمر پر آتے ہوئے دونوں کی کمروں پر دو ہاتھ اس زور سے رسید کیے کہ ان کے سر دیوار سے ٹکرائے۔ پہلی چوٹ ہی کیا کم تھی کہ ماتھوں پر بھی چوٹ کھا بیٹھے ــــ بس پھر وہ نیچے بیٹھتے چلے گئے۔ ان کے ہاتھ سروں پر جم کر رہ گئے ــــ وہ مُڑے ــــ انہوں نے دیکھا ، تیسرے دشمن کے گلے پر فرحت کے ہاتھ بُری طرح لگے ہوئے تھے ــــ اور آفتاب کھڑا ان کی طرف دیکھ رہا تھا ــــ

آصف ابھی تک اس کے بازو سے چمٹا ہوا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ بولے :

"آفتاب ! تم کھڑے کیا مُنہ دیکھ رہے ہو، تم سے اتنا نہیں ہو سکا کہ اس کے ہاتھ سے پستول چھین لو۔"

"جی ہونے کو تو بہت کچھ ہو سکتا تھا، فرحت نے مجھے روک دیا۔" وہ بولا۔

"چلو تو اب چھین لو۔" وہ بولے۔

"جی اں، کیوں نہیں۔"

آفتاب نے کہا اور تیسرے دشمن کے ہاتھ سے پستول لے لیا۔ ساتھ ہی اس نے ایک فائر جھونک دیا ___ انسپکٹر کامران مرزا چونک کر مڑے ___ آفتاب کو اگر ایک سیکنڈ کی دیر ہو جاتی تو انسپکٹر کامران مرزا کی کمر میں گولی لگ چکی تھی ___ خار دار نے موقع سے فائدہ اٹھا کر پستول نکال لیا تھا اور فائر کرنے ہی والا تھا کہ آفتاب نے کام دکھا دیا ___ اور اب خار دار کے ہاتھ سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔

"لیجیے اباجان ! میں نے بھی کچھ کر کے دکھا ہی دیا۔" وہ مسکرایا ___

"بھئی واقعی ___ اس وقت تو تم نے کمال کر دیا۔" یہ کہہ کر وہ خار دار اور ٹاموں کی طرف گئے اور دونوں کے پستول اپنے

قبضے میں لے لیے۔

"اب ہم کیا کریں اباجان ؟" اس نے خوش ہو کر پوچھا۔

"بھئی کرنا کیا ہے ___ وہی کریں گے جو سکندر نے پورس کے ساتھ کیا تھا۔" وہ مُسکرا کر بولے۔

"جی کیا مطلب ؟" آصف حیران ہو کر بولا۔

"تاریخ میں بالکل نالائق معلوم ہوتے ہو تم تو۔" فرحت نے منہ بنایا۔

"ہاں ! بالکل کورا ہے۔" آفتاب بولا۔

"مطلب یہ کہ انہوں نے خالد رشید کو الٹا لٹکایا تھا، ہم بھی انہیں اُلٹا لٹکائیں گے اور ان سے سب کچھ اگلوائیں گے۔"

"بھول ہے تمہاری۔" خار دار نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا ___

"اچھا ___ کیسی بھول ؟" آفتاب خوش ہو کر بولا۔

"ابھی باس آتا ہی ہو گا ___ اور تم اس کے سامنے پانی بھرتے نظر آؤ گے۔" خار دار نے منہ بنایا۔

"ارے ! تو کیا یہاں پانی بھی بھرنا پڑتا ہے ___ حد ہو گئی۔" آفتاب نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"پاگل نہ بنو ___ پانی بھرنا محاورہ ہے۔"

"چلو خیر ___ جب باس آئے گا ___ اس سے بھی نبٹ لیں

گے۔ پہلے تو تم سے دو دو باتیں ہو جائیں۔" یہ کہہ کر انسپکٹر
کامران مرزا نے پستول ان کی طرف تان لیا۔

"تینوں ایک ساتھ کھڑے ہو جاؤ — تاکہ مجھے آسانی رہے۔"

"آسانی، کیا مطلب؟" خار دار نے چونک کر کہا۔

"میں عام طور پر ایک ہی گولی سے کام چلا لیا کرتا ہوں، اگر تین آدمیوں کو ایک دوسرے کے بالکل ساتھ کھڑا کر دیا جائے تو میں ایسے زاویے سے فائر کرتا ہوں کہ ایک ہی گولی کافی ہو جاتی ہے — میں چاہتا ہوں، تم تینوں بھی بالکل ساتھ ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔"

"تم شاید ہمیں ڈرا رہے ہو۔" خار دار ہنسا، لیکن انہوں نے صاف محسوس کیا، اس کی ہنسی کھوکھلی تھی۔

"ابھی معلوم ہو جائے گا — میں تین تک گنوں گا — اگر تم نے اپنے باس کے بارے میں سب کچھ بتانے پر رضامندی ظاہر کر دی تو میرے پستول سے کوئی گولی نہیں چلے گی، دوسری صورت میں صرف ایک گولی چلاؤں گا — اور تم تینوں میں سے کسی پر بھی دوسری گولی چلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

ان کے الفاظ نے ٹامو اور اس کے ساتھی کو لرزا دیا لیکن خار دار ابھی تک تنا کھڑا تھا۔

"ٹھیک ہے، چلاؤ گولی۔"

"اس سے پہلے میں تین تک گننے کا وعدہ کر چکا ہوں، لہٰذا — ایک۔"

ایک کہہ کر وہ رک گئے — ٹامو اور دوسرے ساتھی کے چہروں پر ایک رنگ آ رہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا۔ ایسے میں دونوں نے خار دار کی طرف دیکھا، پھر ٹامو نے جلدی سے کہا:

"ٹھہرو — مجھے نہ مارو — میں سب کچھ بتانے کے لیے تیار ہوں —"

"بکو مت ٹامو — جانتے ہو، باس تمہیں اس کی کیا سزا دے گا۔" خار دار دھاڑا۔

"لیکن اب بھی تو نہ بتانے کی صورت میں موت مل رہی ہے۔"

"یہ خالی گیدڑ بھبکیاں دے رہا ہے — گولی نہیں چلائے گا۔" خار دار بولا۔

"اچھا — یہ بات ہے — تو پہلے تم ہی جاؤ۔" یہ کہہ کر انہوں نے اس کے دل کا نشانہ لیا اور ٹریگر پر دباؤ ڈالنے لگے۔ خار دار کا منہ بھینچ گیا، آنکھوں میں بے چینی کے آثار صاف نظر آئے۔ انسپکٹر کامران مرزا اس پر نظریں جمائے کھڑے تھے — آخر خار دار بولا:

"ٹھہرو — میں بھی سب کچھ بتانے کے لیے تیار ہوں۔"

"یہ — یہ کچھ نہیں بتائے گا، دھوکا کر رہا ہے — اسے ختم کر دو، اس صورت میں ہم کچھ نہیں بتا سکتے ہیں۔" ٹامو بولا۔

"ٹامو — یہ — یہ تم کہہ رہے ہو۔" خار دار بولا۔

"تو کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"اچھا ٹامو — اگر میں اس وقت بچ گیا تو تمہیں ضرور مزا چکھاؤں گا —"

"دیکھا تم نے — اس لیے میں کہہ رہا ہوں — اگر ہم سے کچھ معلوم کرنا ہے تو اسے فوری طور پر ختم کر دو۔"

"یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا — ویسے میں اسے مکمل طور پر بے ہوش کیے دیتا ہوں، تاکہ یہ دخل تک نہ دے سکے اور تم بھی اس سے خوف نہ کھاؤ۔" یہ کہہ کر انہوں نے ٹریگر دبا ہی دیا —

گولی خار دار کی ران میں لگی اور وہ دھڑام سے گرا — اس کے دونوں ہاتھ اپنی ران پر جم گئے — پھر اس پر غنودگی طاری ہوتی گئی اور یہاں تک کہ وہ مکمل طور پر بے ہوش ہو گیا۔

"یہ بہت زہریلا آدمی ہے — اسے ختم کر دینا ہی مناسب ہے —"

"لیکن میرے نزدیک یہ ایک مجرم ہے — ہم اسے قانون کے حوالے کرنا ہی پسند کریں گے۔"

یہ کہہ کر وہ خار دار کے پاس گئے — انہوں نے اسے ہلا جلا کر دیکھا اور بولے:

"اب یہ مکمل طور پر بے ہوش ہو چکا ہے — تم بے فکر ہو کر ہمیں سب کچھ بتا سکتے ہو۔"

"آپ کو ہماری شرط ماننا ہو گی — خار دار کو ختم کر دیں، پھر ہم بتائیں گے۔" ٹامو بولا۔

"آخر کیوں — تم اس سے اتنا کیوں ڈرتے ہو۔"

"اس کی بجائے ہم باس سے زیادہ ڈرتے ہیں — وہ جب سارے حالات سنے گا تو پھر ہمیں بہت خوفناک موت مارے گا۔"

"بھئی بے ہوش آدمی پر وار کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا — اسے ہوش میں آنے دو، پھر میں تمہاری خواہش بھی پوری کر دوں گا —"

ٹامو اور اس کا ساتھی یہ سن کر مایوس ہو گئے — آخر ٹامو نے کہا:

"ہم نہیں جانتے، آپ لوگ کون ہیں، تاہم آپ کو سب کچھ بتانے کے لیے تیار ہیں — شرط صرف یہ ہے کہ پہلے آپ خار دار کو ختم کر دیں اور پھر باس کو پکڑ لیں یا ختم کر دیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی — باس کو گرفتار کرنے کے لیے تو میں تم سے معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں — وہ کون ہے، اس وقت کہاں

گیا ہے ۔ کب تک واپس آئے گا ۔۔۔ اس کا دھندا کیا ہے ، ہمیں
یہاں پکڑ کر لانے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی ۔۔۔ ہماری لانچ کے
ڈرائیور کو سمندر میں کیوں ڈبو دیا گیا ، اور اس کی جگہ خالد رشید کو
کیوں بٹھایا گیا ۔۔۔ ان سب سوالات کے جوابات میں تم سے
چاہتا ہوں ۔۔۔"

"پہلے تو آپ بتائیں ۔۔۔ آپ سمندر میں اِس جگہ کیا کر
رہے تھے ؟"

"اپنا فرض ادا کر رہا تھا۔" وہ بولے ۔

"کیا مطلب ۔۔۔ سمندر میں غوطہ لگا کر فرض ادا کر رہے تھے ۔"

"ہاں کیوں ۔۔۔ کیا تمہارے خیال میں اس طرح فرض ادا کرنا
ممکن نہیں ۔" آفتاب بول پڑا ۔

"پتا نہیں ممکن ہے یا نہیں ۔" اس نے کندھے اچکائے ۔ "میں
تو اتنا جانتا ہوں کہ سمندر کے اس حصے میں آج کل یہ لوگ کسی
کو دیکھنا پسند نہیں کرتے ، اس وقت تک چھ آدمی ہلاک کیے
جا چکے ہیں ۔"

"اوہ !" آفتاب ، آصف اور فرحت کے منہ سے ایک ساتھ
نکلا ۔ انہوں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں انسپکٹر کامران مرزا
کی طرف دیکھا ، لیکن ان کے چہرے پر کسی حیرت کے آثار
نہیں تھے ۔۔۔

"ابا جان ! کیا آپ کو یہ سن کر حیرت نہیں ہوئی ۔" آفتاب نے
حیران ہو کر پوچھا ۔

"نہیں ، کیونکہ ان چھ میں سے ایک آدمی کی موت نے ہی
مجھے سمندر میں اس جگہ آنے پر مجبور کیا تھا ۔۔۔ ان کا نام شیر اختر
علی خان تھا ۔۔۔ وہ رات کے وقت سمندر کی سیر کا لطف اٹھانے
اور غوطہ خوری کرنے کے عادی تھے ۔۔۔ تقریباً پندرہ دن پہلے وہ
اس حصے کی طرف آ نکلے اور پھر گھر واپس نہیں گئے ۔۔۔ ان کے
بھائی شیر انور علی خان میرے بہت گہرے دوست ہیں ، وہ میرے
پاس دوڑے آئے ۔۔۔ اس سے پہلے ایک اور آدمی کی اسی حصے
میں گم شدگی کی اطلاع ملی تھی ۔۔۔ ان کے بارے میں بھی یہ سننے میں
آیا کہ غوطہ خوری کے شوقین تھے ۔۔۔ اب تو میرے کان کھڑے ہوئے
میں نے تحقیقات شروع کر دی ۔۔۔ میں شیر اختر علی خان کے دوستوں
سے ملا ۔ ان کے ایک دوست علی خاور کے بارے میں مجھے
کسی نے بتایا کہ وہ بھی ان کے ساتھ اکثر غوطہ خوری کے لیے
جایا کرتے تھے ۔۔۔ میں علی خاور سے ملا ۔۔۔ اس نے بتایا کہ
وہ شیر اختر علی خان مرحوم کے ساتھ غوطہ خوری کے لیے جایا تو
کرتے تھے ، اور جس روز وہ گم ہوئے ، اس روز بھی وہ انہیں
لینے کے لیے آئے تھے ، لیکن وہ سر میں درد کی وجہ سے ان کے
ساتھ نہیں جا سکے ۔۔۔ چند دن بعد پھر ایک آدمی کی گم شدگی کی خبر

شائع ہوئی — اس کے بعد ایک ساتھ تین آدمی غائب ہوئے —
اب میں رہ نہ سکا — کیونکہ ایک ساتھ تین آدمیوں کے غائب ہونے
کی خبر آج ہی شائع ہوئی ہے۔ چنانچہ میں نے بھی یہی فیصلہ کیا
کہ کیوں نہ غوطہ خوری کر کے دیکھ لیا جائے۔"

"اوہ — تو یہ تھی بات — اس لیے آپ ہمیں ساتھ لے کر
گھر سے نکلے تھے — لیکن لانچ اور ڈرائیور کا انتظام کس طرح ہوا تھا۔"

"محکمے کا آدمی تھا، لانچ بھی محکمے کی تھی — اس لیے تو میں
بے فکر تھا کہ تم چاروں مل کر دشمن کا وار روک سکو گے، اب
مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ لوگ ڈرائیور کو ہی بدل دیں گے۔"

"ہوں! تو کیا آپ کو سمندر میں کچھ نظر آیا۔"

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔" وہ بولے۔

"گویا ابھی اور غوطے لگانے کا پروگرام تھا —"

"ہاں، لیکن ان لوگوں نے مہلت ہی نہیں دی — پہلے ہم
سے خالد رشید بھڑ گیا — پھر جب انہوں نے دوربین کی مدد
سے یہ دیکھا کہ ہم نے خالد رشید پر قابو پا لیا ہے تو انہوں نے
لانچ ہی تباہ کرنے کا فیصلہ کر لیا — لانچ ضرور تباہ ہو گئی، لیکن
ہم بچ گئے — اور اس کے بعد یہ ہمیں پکڑ کر یہاں لے آئے۔"

"گویا ان چھ آدمیوں کو ان لوگوں نے ہی یا تو غائب کیا ہے،
یا سمندر میں غرق کر دیا ہے۔" آصف بولا۔

"ہاں، اس میں کوئی شک نہیں۔" انہوں نے کہا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں — یہ لوگ ایسا کیوں کر رہے
ہیں —"

"یہی تو میں معلوم کرنا چاہتا تھا — اس لیے غوطہ خوری کا پروگرام
بنایا تھا۔" وہ بولے اور پھر ٹامو کی طرف مڑے —

"تو مسٹر ٹامو — اصل بات کا علم تمہیں بھی نہیں کہ یہ لوگ
سمندر کے اس حصے میں کسی کا وجود کیوں برداشت نہیں کر رہے۔"

"نہیں! اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہ گروہ بہت عرصے سے سمندر
میں کارروائیاں کر رہا ہے — اس کے پاس بہترین قسم کے غوطہ خور
ہیں — البتہ مسٹر خار دار بہت کچھ جانتے ہیں، یہ باس کے قریبی
آدمیوں میں شامل ہیں۔" ٹامو نے بتایا۔

"تم ان لوگوں کے ساتھ کب سے کام کر رہے ہو — یہ تو
بتا سکتے ہو۔" انسپکٹر کامران مرزا منہ بنا کر بولے۔

"ہیں — مجھے آٹھ نو سال ہو گئے ہیں"

"یہ تم سے کیا کام لیتے ہیں؟"

"بس اسی قسم کا — کسی جگہ کی نگرانی کر دی۔ لڑائی بھڑائی کا
کوئی موقع آیا تو آگے کر دیا۔" اس نے کہا۔

انہیں خار دار کے الفاظ یاد آ گئے — گویا ٹامو اور اس کا
ساتھی بھی ان کے لیے فاضل پرزے تھے۔ اسی وقت آصف نے ٹامو

سے سوال کیا:

"لیکن تم نے یہ زندگی کیوں اختیار کی؟"

"آپ نے خالد رشید کی کہانی تو سن ہی لی تھی — بس تقریباً اسی قسم کے حالات نے مجھے بھی مجرمانہ زندگی گزارنے پر مجبور کر دیا۔" اس نے کہا —

"ہوں! اگر تم دونوں ہمارا ساتھ دینے پر تیار ہو جاؤ — تو قانون تمہارے ساتھ نرمی کر سکتا ہے۔"

"ہم — ہم — کم از کم میں تیار ہوں۔" ٹامو کا ساتھی بولا۔

"میں بھی تیار ہوں — ہم اس زندگی سے تنگ آ گئے ہیں۔" ٹامو نے کہا —

"تمہارا نام کیا ہے؟" انسپکٹر کامران مرزا نے دوسرے سے پوچھا۔ اس کے ہونٹ ابھی حرکت میں نہیں آئے تھے کہ قدموں کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

"باس آ گیا!" دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا —

مُکّے سے پوچھو

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ٹامو اور اس کے ساتھی کے جسموں پر لرزہ سا طاری ہوتا نظر آیا — اس وقت ایک گرج دار آواز سنائی دی:

"خار دار تم کہاں ہو — تمہارا خیمہ خالی کیوں پڑا ہے — لانچ تو ساحل پر موجود ہے۔"

ان کے کان سائیں سائیں کرنے لگے — پھر انسپکٹر کامران مرزا نے انہیں اشارہ کیا۔ وہ فوراً زمین پر لیٹ گئے اور خیمے کے دروازے سے نکلنے کی بجائے دوسری طرف کا پردہ اٹھا کر باہر نکلنے لگے — باہر تاریکی تھی، صرف خیموں میں روشنی ہو رہی تھی۔ سب سے آگے انسپکٹر کامران مرزا تھے — وہ ان کے پیچھے رینگ رہے تھے — اس وقت انہوں نے وہی گرج دار آواز سنی:

"ارے — یہ خار دار کو کیا ہوا — یہ — یہ تو بے ہوش ہے"

"اور زخمی بھی — باقی لوگ بھی نظر نہیں آ رہے، ماجرا کیا ہے؟"

اور انہوں نے رفتار تیز کر دی — وہ جلد از جلد ساحل تک پہنچ جانا چاہتے تھے۔ ٹامو اور اس کا ساتھی بھی پوری طرح ان کا ساتھ دے رہے تھے — اندھیرا ان کی مدد کر رہا تھا، یوں بھی باس اور اس کے ساتھی تو ابھی خیموں میں ہی چکرا رہے تھے — خار دار کے ہوش میں آنے پر ہی ان لوگوں کو کچھ معلوم ہو سکتا تھا — کافی دور نکل آنے کے بعد وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے — اب خیموں کی طرف بھاگ دوڑ کی آوازیں شروع ہو گئی تھیں۔

"اب یہ لوگ بھی ساحل کا رُخ کریں گے، اس لیے دوڑنا شروع کر دو۔"

"لیکن کیوں انکل — کیا آپ باس کو گرفتار نہیں کریں گے؟" فرحت نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"ضرور کروں گا — میں جزیرے سے بھاگ نہیں رہا — محفوظ مقام تک پہنچنے کی کوشش میں ہوں — دوسرے یہ کہ ابھی ہمیں یہ بھی معلوم نہیں کہ دشمن کے پاس جنگ کا کیا کچھ سامان ہے، جب کہ ہم تقریباً خالی ہاتھ ہی ہیں — دو پستول ہمارے پاس موجود ہیں، ان میں چند گولیاں ہیں اور بس — ابھی ہم ٹامو اور اس کے ساتھی سے پوری معلومات بھی تو حاصل نہیں کر سکے، یہ جزیرہ ان کا مستقل ٹھکانا ہے — یا مستقل ٹھکانا کسی اور جگہ

ہے — وہ کہتے چلے گئے۔

"تو کیا آپ لانچ پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں! میں باس والی لانچ پر قبضہ کروں گا — تاکہ ہمارا پلّہ بھی بھاری ہو جائے — اس لانچ میں ضرور کافی مقدار میں سامانِ جنگ موجود ہو گا۔"

"تو آپ خار دار کی لانچ یونہی چھوڑ دیں گے —"

"دیکھیں — کیا ہوتا ہے — تم لوگ اس وقت سوالات کا سلسلہ بند کرو اور جس قدر تیزی سے دوڑ سکتے ہو، دوڑو، ہمیں ان سے کافی پہلے پہنچنا چاہیے۔"

وہ بے تحاشہ دوڑنے لگے — ٹامو اور اس کا ساتھی سب سے پیچھے تھے — ان کا پیچھے رہنا انسپکٹر کامران مرزا کو نامناسب معلوم ہوا — چنانچہ انہوں نے کہا:

"مسٹر ٹامو — ذرا ہمت کرو — رفتار اور بڑھاؤ — میں ساحل پر پہنچنے سے پہلے چند باتیں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا — میں کوشش کرتا ہوں — اُلجھن یہ ہے کہ آپ تیز ہی بہت دوڑ رہے ہیں۔" ٹامو بولا۔

"میں رفتار آہستہ نہیں کر سکتا — تم ہمت کرو۔"

آخر ٹامو کسی نہ کسی طرح ان تک پہنچ گیا۔ شاید انسپکٹر کامران مرزا نے غیر محسوس طور پر رفتار کم کی تھی۔

"باس کی لانچ پر کیا اس وقت کوئی نگران ہوگا؟"
"ہاں، جوفی — ہر وقت لانچ پر رہتا ہے۔" اس نے کہا۔
"اور یہ جوفی کون ہے؟" وہ بولے۔
"لانچ کا ڈرائیور — سنا ہے، خطرناک آدمی ہے — ویسے میرا اس سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔" اس نے کہا۔
"خیر دیکھا جائے گا کیا تو خار دار تمہیں لانچ پر نہیں چھوڑتا؟"
"نہیں — وہ ہم پر اتنا بھروسہ نہیں کرتا۔" اس نے کہا۔
"تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم دونوں لانچوں کو اغوا کر لیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔
"کیا مطلب —" ٹامو چونکا۔
"اگر ہم دونوں لانچیں جزیرے سے ہٹالے جائیں تو باس اور اس کے ساتھی جزیرے میں قید ہو کر رہ جائیں گے، ہم شہر پہنچ کر مدد لا سکتے ہیں، اس طرح انہیں آسانی سے گرفتار کر لیا جائے گا۔"
"شاید یہ کام اتنا آسان نہیں ہوگا — جونہی ہم یہ دونوں لانچیں لے کر بھاگیں گے — کئی لانچیں ہمارا پیچھا کرنے لگیں گی، اس وقت سمندر کا یہ حصہ پوری طرح باس کے کنٹرول میں ہے وہ وائرلیس کے ذریعے سمندر میں گھومنے والی لانچوں کو خبردار کر دے گا — اور وہ ہمیں گھیر لیں گی۔"

"تو کیا ہوا — ان دونوں پر چھوٹی توپیں بھی تو فٹ ہیں، ہم ان سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔" انہوں نے کہا۔
"لانچوں کی تعداد کم از کم چار ہے، وہ چاروں طرف سے ہم پر حملہ کریں گے۔" ٹامو بولا۔ "ہر لانچ پر تقریباً دس دس آدمی موجود ہیں، جب کہ ہم کل چھ ہیں —"
"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے لیے جزیرے کو چھوڑنا مناسب نہیں ہوگا؟"
"جی نہیں، میں یہ نہیں کہہ رہا، جزیرے کو نہ چھوڑنا اور بھی زیادہ خطرناک ہوگا — چاروں لانچوں کے آدمی جزیرے کے چاروں طرف آ کھڑے ہوں گے اور چاروں طرف سے ہمیں گھیر لیں گے —"
"تو کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم بُری طرح پھنس چکے ہیں۔"
"ہاں!" اس نے کہا۔
"تب پھر تم نے ہمارا ساتھ کیوں دیا —" فرحت بولی۔
"اگر ہم آپ لوگوں کا ساتھ نہ دیتے تو بھی باس کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتار دیے جاتے — کیونکہ خار دار باس کو ساری بات بتا دیتا — اگر آپ ایک دو تین گننے کی دھمکی نہ دیتے، تو ہم خار دار سے کٹ کر آپ کی طرف نہ آتے، اس صورت میں باس سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔"

"خیر — آخر اب ہم کیا کریں — تم یہ بتاؤ۔"

"دونوں لانچوں کو لے جانا خطرناک ہوگا۔ ہمیں چاہیے، ہم صرف باس والی لانچ لے جائیں۔ اس صورت میں ہم چاروں طرف نظر رکھ سکیں گے — لانچ میں چلاؤں گا اور میری کوشش یہ ہوگی کہ ان کی زد سے بچ کر نکل جاؤں — سابو اور آپ لوگ توپ سے اور پستولوں سے کام لیں گے، لیکن نہیں پستول بھلا کیا کام دے سکیں گے — توپ سے ہی کام لیا جا سکتا ہے۔"

"توپ میں چلاؤں گا، تم فکر نہ کرو — اگر سابو کو تم اپنی مدد کے لیے اپنے ساتھ رکھنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔"

"جی نہیں — مجھے ڈرائیوری کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں —"

"ٹھیک ہے — سابو ہمارے ساتھ رہے گا۔"

"لیکن ابھی ہمیں جوفی سے نبٹنا ہے۔" ٹامو بولا — "لانچ میں ہونے کی صورت میں وہ ہمارے لیے انتہائی خطرناک ہوگا۔"

"دیکھا جائے گا۔"

جزیرے پر اب بے شمار دوڑتے قدموں کی آوازیں گونج رہی تھیں — ساحل پر پہنچے تو انہوں نے باس کی لانچ کو دیکھا اس کے عرشے پر کالے رنگ کا گول مٹول سا آدمی کھڑا حیرت بھری نظروں سے جزیرے کی طرف دیکھ رہا تھا — انہیں دوڑتے

ہوئے ساحل کی طرف بڑھتے دیکھ کر بولا:

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

"خاردار پاگل ہوگیا ہے — وہ لوگوں پر حملے کر رہا ہے — سب لوگ اس کے حملوں سے بچنے کے لیے اِدھر اُدھر دوڑ رہے ہیں — باس نے تمہیں بلایا ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے ٹامو کی آواز حلق سے نکالی — ٹامو اور سابو کا منہ حیرت کے مارے کھلا کا کھلا رہ گیا —

"اوہ اچھا —" جوفی نے کہا اور پھر لانچ سے ساحل پر چھلانگ لگا دی — تاریکی کی وجہ سے وہ ان کے چہرے نہیں دیکھ رہا تھا، لیکن نیچے چھلانگ لگانے پر اسے آفتاب، آصف اور فرحت کے قد نظر آئے تو اس کا منہ بھی حیرت سے کھلا:

"تم — تم لوگ کون ہو؟"

"یہ لو — اس مُکّے سے پوچھو۔"

انہوں نے اس کے منہ پر ایک بھرپور مُکّا جڑ دیا — مُکّا کھا کر وہ لڑکھڑایا اور پھر ریت پر گر گیا۔

"ارے یہ کیا —" سابو اور ٹامو کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"کیوں — کیا ہوا؟" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ایک مُکّا کھا کر ہی جوفی گر پڑا — ہم نے تو سنا تھا کہ یہ بہترین لڑاکا ہے اور اسی لیے باس اسے ہر وقت اپنی لانچ پر رکھتا ہے۔"

"ہاں! تم لوگ ٹھیک کہہ رہے ہو ـــ میں ایک مُکّا کھا کر گرنے والوں میں سے نہیں ہوں ـــ لیکن شاید یہ شخص بھی دوسرا مُکّا مارنے والوں میں سے نہیں ہے۔" جوفی نے اپنے جبڑے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے کہا۔ وہ اُٹھ نہیں سکا تھا۔

"آپ بھی کوئی معمولی آدمی نہیں ہیں جناب۔" ٹامو بولا۔

"ان باتوں کا وقت ہمارے پاس نہیں ـــ تمہارے باس کو تمہاری ضرورت ہے ـــ جزیرے کی طرف بھاگے جاؤ ـــ ہم لانچ کی طرف چلتے ہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"آؤ بھئی ـــ اب اسے مطلب کون سمجھائے۔"

اور وہ لانچ کی طرف دوڑ پڑے ـــ جوفی بیٹھا بیٹھا ان کی طرف مڑا ـــ پھر اس نے کوشش کر کے اپنا دایاں ہاتھ جبڑے سے ہٹایا، اسے جیب میں ڈالا اور پستول نکال لیا۔

"رُک جاؤ ـــ ورنہ گولی چلا دوں گا۔" اس نے چیخ کر کہا۔

وہ دھڑام سے نیچے گرے اور سب کے سب ایک ساتھ گرے ـــ گولی چلانے کی حسرت جوفی کے دِل میں ہی رہ گئی۔ انسپکٹر کامران مرزا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا ـــ انہیں جوفی کی جیب سے پستول نکال لینا چاہیے تھا ـــ اس طرح ایک تو ان کے ہاتھ ایک اور پستول لگ جاتا، دوسرے وقت نہ ضائع ہوتا۔

جوفی نے ان کے گرتے ہی فائر کر دیا، گولی ان کے سروں کے اُوپر سے گزر گئی۔ انسپکٹر کامران مرزا نے بھی پستول نکال لیا اور بولے:

"میں اس سے نبٹ کر آتا ہوں ـــ تم لوگ رینگتے ہوئے لانچ پر سوار ہونے کی کوشش کرو۔"

"جی بہتر!" آصف بولا۔

انسپکٹر کامران مرزا جوفی کی طرف اور وہ لوگ لانچ کی طرف بڑھنے لگے ـــ پھر جونہی جوفی کا سر انہیں نظر آیا، انہوں نے فائر کر دیا۔ اُدھر سے جوفی نے بھی فائر کیا تھا، دونوں گولیاں ایک ساتھ چلیں ـــ فرق صرف یہ رہا کہ انسپکٹر کامران مرزا لڑھکنی کھا گئے اور جوفی کو اِدھر اُدھر ہونے میں دیر لگ گئی، نتیجہ یہ کہ اس کے سر میں ایک سُوراخ ہو گیا۔ حلق سے ایک دِل خراش چیخ نکل گئی۔

انسپکٹر کامران مرزا پلٹے ـــ ساتھ ہی انہوں نے لانچ کا انجن سٹارٹ ہونے کی آواز سُنی، لیکن دوسرا لمحہ چونکا دینے والا تھا ـــ لانچ تیر کی طرح ساحل سے دُور ہوتی جا رہی تھی۔

وہ دھک سے رہ گئے ـــ ساحل پر کوئی بھی نہیں تھا، گویا آفتاب، آصف اور فرحت لانچ پر سوار ہو چکے تھے ـــ ٹامو اور سابو نے دھوکا کیا تھا ـــ انہیں اور تو کچھ نہ سوجھا، خاردار کی لانچ کی طرف دوڑ پڑے ـــ انہیں بھی کئی بار لانچ چلانے کا

تجربہ ہو چکا تھا — چنانچہ انہوں نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ — انجن سٹارٹ کر دیا — عین اس وقت انہوں نے دوڑتے قدموں کی آواز نزدیک آتے سنی۔ باس کے آدمی ساحل پر پہنچ گئے تھے اور اب لانچ کی طرف دوڑ رہے تھے۔

"اے — خبردار لانچ کو لے جانے کی کوشش نہ کرنا، ورنہ اپنی موت کو آواز دو گے۔"

"آواز تو پہلے ہی دی جا چکی ہے دوستو۔" انہوں نے دل ہی دل میں کہا اور لانچ چلا دی — اب ان کا رُخ بھی اُسی سمت میں تھا جس سمت میں ٹامو اور سابو لانچ کو لے گئے تھے۔ دوسری لانچ انہیں اب کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی — انہوں نے رفتار اور بڑھا دی —

اچانک انہوں نے اپنے دائیں اور بائیں دو لانچوں کو آتے دیکھا — پریشانی کے عالم میں انہوں نے چاروں طرف دیکھا — دو اور لانچیں دائیں اور بائیں سے ہی آتی نظر آئیں — وہ ان لانچوں سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے — کیونکہ توپ تو عرشے پر فٹ تھی۔ اور وہ خود اس وقت ڈرائیونگ سیٹ پر تھے — لہٰذا ان کی پریشانی بجا تھی — دوسرے انہیں آفتاب، آصف اور فرحت کی طرف سے بھی پریشانی لاحق ہو چکی تھی — وہ سوچ رہے تھے، اگر ٹامو اور سابو لانچ کو بخیریت ساحل تک نہ لے جا سکے تو کیا ہو گا۔

کیا وُہ دوبارہ آفتاب، آصف اور فرحت کو دیکھ سکیں گے — دوسری طرف وہ حیران تھے کہ باس کی لانچوں نے ٹامو اور سابو کی لانچ کا تعاقب کیوں نہیں کیا — اچانک ان کی سمجھ میں ایک بات آ گئی — اس کا مطلب صرف اور صرف یہ تھا کہ ٹامو نے لانچ کا رُخ ساحل کی بجائے مخالف سمت میں کر لیا ہو گا، اب چونکہ ان کی لانچ کا رُخ ساحل کی طرف ہی رہا، اس لیے باس کے آدمی ان کے تعاقب میں لگ گئے، یا پھر لانچوں کی تعداد ٹامو کے خیال سے زیادہ رہی ہو گی اور اس وقت ان کی لانچ کو بھی دوسری لانچیں گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہی ہوں گی — صورتِ حال کچھ بھی رہی ہو، اُن کے لیے پریشان کُن تھی — اور پھر نہ جانے ان کے جی میں کیا آئی، انہوں نے بھی لانچ کا رُخ ساحل کی طرف سے موڑ لیا۔ ساتھ ہی تعاقب کرنے والی لانچوں کے رُخ بدل گئے — تاہم انسپکٹر کامران مرزا لانچ کچھ اس چابک دستی سے چلا رہے تھے کہ ابھی تک وہ ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے تھے — سمندر میں تو یوں بھی گرد کا سوال پیدا نہیں ہوتا —

پندرہ منٹ تک یہ دوڑ اسی حالت میں جاری رہی، انسپکٹر کامران مرزا نے سوچ لیا تھا کہ وہ ان لانچوں سے دور رہ کر ہی بچ سکتے ہیں — اچانک ان کی نظر دوسری لانچ پر پڑی — وُہ چونک اُٹھے —

نوکیلا گولا

"ارے ارے — یہ تم کیا کر رہے ہو" آصف چلایا۔
لانچ یک دم چل پڑی تھی اور ابھی انسپکٹر کامران مرزا اس پر سوار نہیں ہوئے تھے، لہٰذا ان کا بوکھلا جانا ضروری تھا۔

"چُپ رہو — اگر ہم نے تمہارے والد کا انتظار کیا تو ہم میں سے ایک بھی نہیں بچے گا، اس طرح کم از کم تم تو بچ جا گے" سابو نے کہا۔ وہ اُن کے پاس ہی کھڑا تھا، جب کہ ٹا لانچ چلا رہا تھا۔

"لیکن ان کے بغیر ہماری زندگی بے کار ہے — لانچ کو واپس ساحل کی طرف لے چلو، ہم جائیں گے تو اُن کے ساتھ" فرحت چلائی۔

"اب لانچ واپس نہیں ہو سکتی — تم فکر نہ کرو — وُہ دوسری لانچ پر آ جائیں گے — لیکن مجھے ڈر ہے کہ اتنی دیر میں نگران لانچیں حرکت میں آ جائیں گی اور وُہ ان کی زد میں

جائیں گے — اگر ہم نے لانچ نہ چلائی ہوتی تو ہمارا حشر بھی یہی ہوتا" سابو بولا۔

"اور یہ ان کی اپنی غلطی سے ہوا — تمہارے والد کو چاہیے تھا، یا تو جوفی کی جیب سے پستول نکال لیتے یا پھر اسے کم از کم بے ہوش ضرور کر دیتے۔"

"ہو سکتا ہے، ان سے غلطی ہوئی ہو — لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم انہیں موت کے منہ میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں" آفتاب نے گلا پھاڑ کر کہا — وہ دیکھ رہے تھے کہ ان کی لانچ ساحل سے ہر لمحے دور ہوتی جا رہی تھی اور دوسری لانچ ابھی حرکت میں نہیں آئی تھی۔

"جس طرح تمہیں اپنے والد کی زندگی پیاری ہے۔ بالکل اسی طرح مجھے اور میرے ساتھی کو اپنی زندگی پیاری ہے" سابو نے کہا۔

"کیا ہماری گفتگو مسٹر ٹامو بھی سن رہے ہیں" آصف نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"ہاں — سُن رہے ہیں" سابو نے حیران ہو کر کہا "کیوں یہ کیوں پوچھا"

"سُنیے مسٹر ٹامو — اگر آپ نے لانچ کا رُخ جزیرے کی طرف نہ موڑا تو ہم تینوں آپ کے ساتھی سابو پر ٹوٹ پڑیں گے اور پھر اس کے بعد جہاں بھی آپ لانچ روک کر انجن روم سے

باہر نکلیں گے، ہم آپ کو بھی دبوچ لیں گے۔"

"کیا پدی اور کیا پدی کا شوربہ — کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں موم کا بنا ہوا ہوں۔" سابو نے بُرا سا مُنہ بنا کر کہا۔

"اور کیا تم ہمارے ہاتھ نہیں دیکھ چکے۔" آصف مسکرایا۔

"وہ موقع اور تھا — اس لانچ پر صورتِ حال اور ہے — یہ دیکھو — لانچ پر سوار ہونے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے کمر کے پیچھے سے اپنا ہاتھ نکال کر دکھایا، اس کے ہاتھ میں کوڑے نما ایک زنجیر لٹک رہی تھی، اس زنجیر کے سرے پر لوہے کا ایک گولا انڈے جتنا موٹا لگا ہوا تھا، اس گولے پر نوک دار سرے اُبھرے ہوئے تھے۔

اسے جھولتے دیکھ کر ان کے جسموں میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ یہ دیکھ کر وُہ ہنسا اور بولا۔

"ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تم ضرور گڑبڑ کرنے کی کوشش کرو گے، لہٰذا لانچ پر سوار ہوتے ہی ٹامو نے مجھے آنکھ سے اشارہ کر دیا تھا۔"

"اگر تم ابا جان کو بھی ساتھ لے کر بھاگ نکلتے تو تمہارا کیا حرج تھا؟"

"بہت بڑا حرج تھا، اس صورت میں ہم سب مرتے،

اب صرف وُہ مریں گے۔" سابو نے سنگ دلی کا مظاہرہ کیا۔

"مریں ان کے دشمن، تمہارے منہ میں خاک۔" فرحت نے بڑی بوڑھیوں کے انداز میں کہا۔

"ہاں تو پھر — اب کیا ارادہ ہے۔" سابو نے گویا انہیں للکارا۔

"تم ہمیں اس زنجیر سے ڈرا رہے ہو، ایسی زنجیریں ہم نے بہت دیکھی ہیں۔" آصف بولا۔

"ہاں واقعی — یہ پہلے ایک لوہار کے پاس کام کرتا تھا —" آفتاب بولا۔

"اے خبردار — لوہار ہو گے تم خود۔" آصف بپھر کر بولا اور طیش کے عالم میں اس پر حملہ آور ہوا۔

"ارے ارے — یہ تم کیا رہے ہو — تم تو آپس میں ہی لڑ رہے ہو، مجھ سے بھلا کیا لڑو گے —" سابو نے ہنس کر کہا، لیکن پھر اس کی ہنسی غائب ہو گئی — آصف کی چال کو وہ بعد میں سمجھا — اس وقت تک آصف، آفتاب کے دھوکے میں اس پر وار کر چکا تھا — وہ اس سے کچھ اس زور سے ٹکرایا کہ اسے دھڑام سے گرتے ہی بن پڑی — شیشے کی دیواروں والے انجن روم سے ٹامو نے یہ منظر دیکھا اور بے چین ہو گیا۔

سابو سنبھل کر — کہیں کہیں خراب نہ کر دینا — یہ لوگ بھی کوئی عام لوگ معلوم نہیں ہوتے، یہ خیال مجھے پہلے بھی آ چکا

ہے۔" وہ چلا اٹھا، لیکن سابو کیا سنبھلتا — اسے تو وہ گرتے ہی چھاپ بیٹھے تھے اور وہ ان کے نیچے سے نکلنے کے لیے سر توڑ کوشش کر رہا تھا — آصف نے ایک ہاتھ زنجیر پر بھی جما دیا تھا، یہ سوچ کر کہ اگر وہ کسی طرح ان کے نیچے سے نکل بھی جائے تو بھی زنجیر استعمال نہ کر سکے — ایسے میں آفتاب کو عجیب ترکیب سوجھی — اس کا ایک ہاتھ آزاد تھا — اور نوک دار گولے کے نزدیک تھا۔ اس نے گولا اٹھایا اور سابو کے پہلو پر رکھ کر دباؤ ڈالنے لگا۔

"ارے مر گیا — یہ کیا کر رہے ہو۔"

"وہی جو تم ہمارے ساتھ کرنا چاہتے تھے — کیا سمجھے۔" آفتاب خوش ہو کر بولا۔

نوکیلا گولا چبھنے سے سابو پہلے سے بھی زیادہ مچلنے اور تڑپنے لگا — لیکن تینوں نے اسے کچھ اس بری طرح چھاپا تھا کہ وہ نکل نہ سکا —

"بھئی ہم اس طرح کب تک اسے پکڑے رہیں گے —" فرحت نے تنگ آ کر کہا۔

"تب پھر کیا کریں، کچھ تم ہی بتاؤ۔" آفتاب بولا۔

"اس گولے سے اس کے پہلو میں سوراخ کرتے چلے جاؤ خون نکلنے سے کچھ تو کمزور ہو گا یہ — اور آخر بے ہوش ہو جائے

گا۔" فرحت نے نئی ترکیب بتائی۔

"بہت اچھا — میرا کیا ہے، سوراخ پر سوراخ کیے جاتا ہوں۔" یہ کہہ کر آفتاب اپنے ہاتھ تیزی سے چلانے لگا — سابو کے منہ سے بے ہنگم چیخوں کا طوفان شروع ہو گیا — ایک بار اس نے چیخ کر کہا:

"ٹامو! تم دیکھ رہے ہو — یہ میرا کیا حال بنائے دے رہے ہیں — تم کب میری مدد کے لیے آؤ گے؟"

"سنو سابو — یہ جدوجہد زندگی اور موت کی جدوجہد ہے، اگر میں نے لانچ روک کر تمہاری مدد کی تو باس کی لانچیں ہم تک پہنچ جائیں گی، اس صورت میں جو موت ہمارا مقدر بنے گی، وہ بہت بھیانک ہو گی — لیکن اس صورت میں کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے، کون بچتا ہے، کون مرتا ہے — لہٰذا ان کے خلاف کوشش جاری رکھو — ان میں سے کسی کو ختم کرنا پڑے تو ختم کر دو، پروا نہ کرو۔" یہاں تک کہہ کر ٹامو خاموش ہو گیا۔

"اچھی بات ہے، تو پھر یونہی سہی۔" یہ کہہ کر سابو نے بھرپور زور لگایا اور آصف کو اپنے اوپر سے اچھال پھینکنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آفتاب نے زنجیر کو مضبوطی سے تھام لیا، فوراً ہی فرحت اچھل کر دوسری طرف گری — اب آفتاب کی باری تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ آفتاب کو بھی اچھال دیتا۔

وُہ خود ہی اُٹھ کر کھڑا ہوگیا ، لیکن اس عالم میں کہ زنجیر کا درمیانی حصّہ اب اس کی گرفت میں تھا۔

"تم کچھ بھی کرو ـــ اس خونی گوُلے کو استعمال نہیں کر سکتے" وُہ بولا۔

سابو بھی اُٹھ کھڑا ہوا ، دونوں میں زنجیر کے لیے زور آزمائی ہونے لگی ـــ آصف اور فرحت جلدی سے سابو کے پیچھے پہنچے ، اسی وقت فرحت کا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا ، وُہ گرتے گرتے بچی ، تاروں کی روشنی میں اس نے دیکھا ، وُہ ایک رینچ تھا ، پائپ وغیرہ کسنے کے لیے ـــ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ، رینچ اُٹھا لیا ، لیکن ابھی وہ اسے کام میں نہیں لا پائی تھی کہ آصف نے ایک زوردار مُکّا سابو کے سُر پر مارا ، اور پھر متواتر مارتا چلا گیا ـــ سابو لڑکھڑا گیا ـــ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آفتاب نے ایک زوردار جھٹکا مارا ، تاکہ زنجیر اس کے ہاتھ سے چھین لے ، مگر زنجیر کے دوسرے سرے پر تو ایک کڑا تھا ، ہتھکڑی کے تالے کی قسم کا کڑا ـــ اور کڑا اس نے کلائی میں پہن رکھا تھا ـــ زنجیر تو اس کے ہاتھ میں نہ آئی ؛ تاہم سابو کو زور دار جھٹکا ضرور لگا ، وُہ پہلے ہی آصف کے مکّوں سے بے دم ہو رہا تھا ، دھڑام سے منہ کے بل گرا ـــ

"اب اگر تم نے اٹھنے کی کوشش کی تو تمہارے سُر پر یہ

رینچ زور سے لگے گا" فرحت نے اس کی کمر پر سوار ہونے کے بعد رینچ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔

"فرحت ـــ اس کے اُٹھنے کا انتظار نہ کرو ـــ کیونکہ ابھی ہمیں ٹاموسے بھی مقابلہ کرنا ہے ـــ جونہی اس نے کسی جگہ لانچ روکی ہمیں اس سے مقابلہ کرنا ہوگا ـــ اس صورت میں اگر سابو ہوش میں ہوا تو ہمیں بیک وقت دو سے مقابلہ کرنا ہوگا ـــ لہٰذا ہم اپنے لیے مشکلات کیوں پیدا کریں ، مشکلات تو خود ہی ہمارے لیے پیدا ہوتی رہتی ہیں" آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"آفتاب نے بالکل ٹھیک مشورہ دیا ہے ـــ اس رینچ کا کوئی نہ کوئی فائدہ تو ہونا چاہیے" آصف بولا۔

"بہت اچھا ـــ تو پھر یہ لو" یہ کہہ کر فرحت نے رینچ والا ہاتھ اُوپر اٹھایا۔ سابو کے منہ سے خوف کی زیادتی سے نکلا :

"نہیں نہیں ـــ یہ ظلم نہ کرو"

"بھئی واہ ـــ یہ ظلم ہوگا اور تھوڑی دیر پہلے وہ خونی گولا ہمارے خلاف اٹھانا بہت ہی نیک سلوک تھا ـــ" آصف نے طنزیہ کہا ـــ

"میرا ارادہ تمہیں صرف ڈرانے کا تھا" اس نے جلدی سے کہا۔

"اچھا ـــ بھئی فرحت ، رینچ کا استعمال ذرا ڈرانے کی حد تک کرنا" آفتاب مُسکرایا ، اس کے ساتھ ہی سابو کے مُنہ سے

ایک گھٹی گھٹی چیخ بلند ہوئی، فرحت نے بہت مہارت سے ہاتھ چلایا تھا —

سابو بے سدھ ہو گیا، فرحت اُٹھنے لگی، لیکن آصف نے اسے پھر بٹھا دیا اور بولا:

"ابھی ٹھہرو — کہیں یہ دھوکا نہ دے رہا ہو۔"

یہ کہہ کر اس نے سابو کی پلکیں اُٹھا کر دیکھیں اور پھر بولا:

"ارے! یہ تو واقعی بے ہوش ہو چکا ہے — ٹھیک ہے، تم بے فکر ہو کر نیچے اُتر آؤ — آصف اس سے پرچ لے کر اس کی مدد سے یہ زنجیر تو اس کی کلائی سے نکال لو — اسے تو اس کا استعمال نہیں آتا تھا، لیکن ہم ضرور اسے استعمال کر سکیں گے۔"

"کیوں نہ ایک آدھ ہاتھ اور رسید کر دوں۔" فرحت اُٹھتے ہوئے بولی —

"اگر اُٹھتا نظر آیا تو رسید کر دینا، فی الحال ضرورت نہیں۔" یہ کہہ کر آصف طامو کی طرف مڑا:

"اور تم کیا ارادہ رکھتے ہو؟"

"ہماری طرف ایک لانچ بہت تیزی سے آ رہی ہے، اس کے علاوہ چار لانچیں اور آ رہی ہیں — طاقت ور ترین دوربین میں پانچوں مجھے صاف نظر آ رہی ہیں — ان سے بچنے کی صرف ایک ہی صورت ہے، اور وہ یہ کہ فی الحال ہم اپنی لڑائی بند کر دیں،

اور ان کی طرف توجہ دیں — اگر تم تیار ہو تو میں تمہیں توپ چلانے کا طریقہ بتائے دیتا ہوں، دوسرے یہ کہ میں ان کے نزدیک پہنچنے سے پہلے ایک جزیرے تک پہنچنے کی کوشش میں ہوں — اگر ہم اس پر اتر گئے تو کم از کم لانچ کے پھٹنے کے بعد سمندر میں نہیں ڈوبیں گے — لانچ پر موجود رہنے کی صورت میں تو ہمیں موت ملے گی۔"

"چلو خیر! ہم فی الحال آپس کی لڑائی بھول جاتے ہیں، یوں بھی ہماری اور تمہاری کوئی دشمنی نہیں، یہ لڑائی تو دراصل تمہاری ہی طرف سے شروع ہوئی تھی — لیکن ہم ان لانچوں پر توپ نہیں چلائیں گے۔" آصف نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"کیوں؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"اس لیے کہ ان میں سے سب سے اگلی میرے ابا جان کی بھی ہو سکتی ہے۔"

"اوہ — یہ بات بھی ٹھیک ہے، تو پھر طے رہا، ہم جزیرہ پر اُترنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"ہمیں تمہاری تجویز سے اتفاق ہے۔" آصف بولا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ایک جزیرے کے ساحل پر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

"چلو اُترو — جلدی کرو — کہیں وہ لوگ نزدیک نہ پہنچ

جائیں ": ٹامو بولا ---

"اپنے ساتھی کا کیا کرو گے "؟ آصف نے پوچھا۔

"اگر میں اسے اُٹھا کر جزیرے میں لے جانے کے چکر میں پڑا تو میں بھی بے موت مارا جاؤں گا --- اگر تمہیں شوق ہے تو گھسیٹتے پھرو اسے "۔ اس نے کہا اور نیچے چھلانگ لگا دی۔

تینوں نے بے چارگی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر وُہ بھی اُترنے لگے، کیونکہ اسے اٹھا کر لے جانا ان کے بس کا روگ نہیں تھا۔ وُہ کسی نہ کسی طرح ساحل پر پہنچے ہی تھے کہ زور سے اُچھلے ---

سامنے کی بات

انسپکٹر کامران مرزا نے دیکھا کہ باس والی لانچ ساحل پر کھڑی ہے اور ایک شخص اس کے عرشے پر سے اٹھنے کی کوشش میں مصروف ہے، ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وُہ ریلنگ پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک خنجر نکالا اور اسے ساحل کی طرف پھینکنے کے لیے تیار ہو گیا --- فوراً ہی ان کی نظر ساحل پر پڑی --- انہیں ٹامو آگے جاتا نظر آیا --- آفتاب، آصف اور فرحت اس کے پیچھے تھے --- وہ گھبرا گئے --- انہوں نے فوراً جیب سے پستول نکالا اور سابو کے خنجر والے ہاتھ کا نشانہ لیتے ہوئے فائر کر دیا ---

فائر کی یہی آواز سُن کر وہ اچھلے تھے --- انہوں نے بوکھلا کر پیچھے دیکھا اور پھر ان کی باچھیں کھل گئیں --- انسپکٹر کامران مرزا لانچ سے چھلانگ لگا کر ان کی طرف آ رہے تھے۔

"ٹامو کا ساتھی تم پر خنجر پھینکنے والا تھا، اگر میں فائر نہ

کر دیتا تو اس وقت نہ جانے کیا ہو جاتا۔"

"وہ ہم پر نہیں، ٹامو پر وار کرنا چاہتا ہوگا، کیونکہ ٹامو اسے مرنے کے لیے لانچ پر چھوڑ آیا ہے۔" آصف نے انہیں بتایا۔ ٹامو بھی سابو کی چیخ سن کر مڑا اور اب وہ انہیں پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم سے دوبارہ ملاقات ہونے پر خوشی ہوئی مسٹر ٹامو ۔۔۔ لیکن میں حیران ہوں، تمہیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اگر میں آپ کے آنے کا انتظار کرتا تو ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا، لیکن میری ترکیب کی وجہ سے سب کی جان بچ گئی۔" اس نے کہا۔

"ابھی کہاں بچ گئی ہے ٹامو ۔۔۔ باس کی چار لانچیں جزیرے کی طرف آندھی اور طوفان کی طرح آ رہی ہیں۔" وہ بولے۔

"تو کیا ہوا، ان میں سے کسی نے بھی یہ جزیرہ نہیں دیکھا ہوا ۔۔۔ البتہ میں یہاں کی سیر کر چکا ہوں۔" ٹامو نے پُر اسرار لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے یہ ایک بہت بہترین جزیرہ ہے ۔۔۔ اس میں پھل دار درخت ہیں اور اتنے گھنے اور اونچے کہ اگر ہم ان پر چڑھ کر ان کے اندر چھپ جائیں تو ان لوگوں

کو قیامت تک نظر نہ آئیں ۔۔۔"

"لیکن ہمارا قیامت تک انہیں نظر نہ آنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔" آفتاب بول پڑا۔

"وہ تو میں ایک بات کہہ رہا ہوں ۔۔۔ مطلب یہ کہ ہم نہایت آسانی سے ان لوگوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"آخر کیسے ۔۔۔ ہمارے پاس ہے ہی کیا، پستول تک تو سب کے پاس ہیں نہیں۔" انسپکٹر کامران مرزا جھلا اُٹھے۔

"آپ نہیں جانتے آئیے میرے ساتھ، اسی لیے تو میں نے اس جزیرے کا رُخ کیا تھا۔" یہ کہہ کر ٹامو دوڑ پڑا ۔۔۔ کیونکہ اب لانچیں نظر آنے لگی تھیں۔

"لیکن سابو کا کیا کریں؟" انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

"سابو زخمی ہو چکا ہے ۔۔۔ درخت پر نہیں چڑھ سکے گا۔ اس طرح ہم سب کو بھی لے ڈوبے گا ۔۔۔ آنے والی لانچیں اس لانچ کی تلاشی کی طرف توجہ نہیں دیں گی ۔۔۔ لہذا سابو اگر خود کو چھپائے تو محفوظ رہے گا ۔۔۔" ٹامو نے بھاگتے ہوئے کہا۔

"سابو ۔۔۔ تم لانچ پر ہی اپنے آپ کو چھپا لو۔" انہوں نے بلند آواز میں کہا اور ٹامو کے پیچھے دوڑنے لگے ۔۔۔ وہ بے تحاشہ دوڑ رہا تھا، یوں لگتا تھا جیسے اسے ان کی بھی پروا نہیں ہے۔

"ٹامو کا رویہ کچھ عجیب سا ہے، کہیں یہ ہم سے کوئی چال

تو چلنے کی نہیں سوچ رہا۔" فرحت نے کہا۔
"اگر چال چلے گا تو ہم بھی اس کی چال کا جواب دیں گے، فکر نہ کرو۔" آفتاب بولا۔
وہ دوڑتے چلے گئے ۔۔۔ انسپکٹر کامران مرزا کوشش کر کے ٹامو کے بالکل پیچھے پہنچ گئے تھے، کیونکہ انہیں بھی فرحت کے خیال سے پوری طرح اتفاق تھا ۔۔۔ آخر ایک جگہ ٹامو رک گیا۔ ایک درخت کے تنے میں ایک کھوہ تھی، اس نے کھوہ میں ہاتھ ڈالا، ہاتھ باہر نکلا تو اس میں ایک بڑا سا چاقو تھا۔ انسپکٹر کامران مرزا چونک کر پیچھے ہٹ گئے، ٹامو یہ دیکھ کر مسکرایا:
"آپ شاید اب مجھ پر بھروسہ نہیں کر رہے۔"
"اگر تم مجھے وہاں چھوڑ بھاگ نہ کھڑے ہوئے ہوتے تو اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، لیکن ان حالات میں شک میں مبتلا ہو جانا قدرتی بات ہے۔"
"ہوں ۔۔۔ لیکن آپ فکر نہ کریں، یہ چاقو میں نے آپ کے لیے نہیں نکالا۔"
یہ کہہ کر وہ پنجوں کے بل بیٹھ گیا اور درخت کی جڑ کے پاس سے زمین کھودنے لگا ۔۔۔ اس کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے ۔۔۔ تقریباً ایک فٹ گہرائی کے بعد چاقو کسی سخت چیز سے ٹکرایا، اور پھر ٹامو نے گڑھے میں ہاتھ ڈال کر پلاسٹک کا ایک تھیلا نکال

لیا، پھر اس کا منہ کھول کر الٹا تو اس میں سے چھ سات پستول اور گولیوں کے ڈبے برآمد ہوئے۔
"اس گروہ سے پہلے میں ایک اور گروہ کے ساتھ کام کرتا تھا، یہ اسلحہ میں نے اس زمانے میں یہاں دفن کیا تھا۔" اس نے بتایا۔
انہوں نے ایک ایک پستول پر قبضہ کر لیا، انسپکٹر کامران مرزا اور ٹامو نے دو دو لیے ۔۔۔ اور پھر پانچوں الگ الگ درخت پر چڑھنے لگے ۔۔۔ درختوں کی شاخوں میں خود کو اچھی طرح چھپانے کے تقریباً دس منٹ بعد انہوں نے چاروں طرف سے باس کے آدمیوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا ۔۔۔ ان کے درخت نزدیک نزدیک تھے، اس لیے ایک دوسرے سے بات بھی کر سکتے تھے۔ ایسے میں انسپکٹر کامران مرزا نے ٹامو سے کہا ۔۔۔
"ٹامو! تم چاروں طرف آسانی سے دیکھ رہے ہو نا ۔۔۔ ان میں باس کون سا ہے؟"
"باس تو ان میں نہیں ہے۔" اس نے چاروں دیکھتے ہوئے کہا، پھر بولا۔ "باس ایسے کام خود نہیں کرتا ۔۔۔ وہ اس جزیرہ پر موجود ہو گا۔"
"اور شاید تنہا ہو گا ۔۔۔ یا ایک دو آدمی اس کے ساتھ ہوں گے۔" وہ بولے۔

"کیوں — کیا پروگرام ہے؟" ٹامو نے چونکے ہوئے انداز میں کہا —

"سوچ رہا ہوں، کیوں نہ کسی طرح یہاں سے نکل کر اس جزیرے پر پہنچ جاؤں اور باس سے ٹکرا جاؤں۔" انہوں نے کہا۔

"اگر نکل سکتے ہیں تو ضرور ایسا کریں، لیکن میرا خیال ہے جب تک ہم ان لوگوں کا صفایا نہیں کر دیں گے، یہاں سے نکل نہیں سکیں گے — اور ایک بار ہم ان کا صفایا کر دیں، پھر ہم نہایت آسانی سے وہاں پہنچ جائیں گے، اس صورت میں آپ کو تنہا جانے کی ضرورت بھی نہیں ہو گی۔"

"ہوں — چلو یوں ہی سہی۔" انہوں نے کچھ سوچ کر کہا۔

وہ حملہ آوروں کے نزدیک آنے کا انتظار کرنے لگے — اور یہ اندازہ بھی لگانے لگے کہ آنے والے تقریباً کتنے ہیں۔ ان کے اندازے کے مطابق وہ چالیس کے لگ بھگ تھے — آخر انسپکٹر کامران مرزا نے انہیں حملہ کرنے کا اشارہ کیا، ایک ساتھ پانچ پستولوں سے دھڑا دھڑ گولیاں نکلنے لگیں — دشمن کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا اور ان میں چیخ و پکار گونج اٹھی — دیکھتے ہی دیکھتے ان میں سے زیادہ تر مارے گئے اور کچھ شدید زخمی ہوئے — انہوں نے صرف ایک آدمی کو بچ کر ساحل کی طرف دوڑتے دیکھا۔ انسپکٹر کامران مرزا نے اس کا نشانہ لے کر فائر

کیا، لیکن ان کا پستول خالی ہو چکا تھا۔

"یہ بہت برا ہوا — اب یہ باس کو خبر کر دے گا۔" ٹامو نے کہا —

"نہیں — میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے پُرجوش لہجے میں کہا اور پھر درخت کے اوپر سے نیچے چھلانگ لگا دی — درخت بہت اونچا تھا، وہ تینوں اور ٹامو چھلانگ لگانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے — تاہم نیچے زمین نرم تھی، انہیں زیادہ چوٹ نہیں آئی، گرتے ہی وہ اٹھے اور اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ اس وقت تک وہ کافی فاصلے پر پہنچ چکا تھا۔

ادھر ان تینوں اور ٹامو نے بھی درختوں سے اترنا شروع کیا نیچے پہنچ کر وہ بھی ساحل کی طرف دوڑ پڑے — ساحل پر پہنچ کر ان کے اٹھتے قدم رک گئے — حملہ آوروں میں سے جو بچ کر بھاگ نکلا تھا، ساحل پر اوندھے منہ پڑا تھا اور اس کے خون سے ریت رنگین ہوتی چلی جا رہی تھی — لیکن اس کی کمر پر کوئی سوراخ نہیں تھا، گویا زخم اس کے پیٹ میں تھا — جب کہ انسپکٹر کامران مرزا اس کی کمر پر تھے۔

"ابا جان یہ کیا؟"

"یہ ــــ یہ لاش ہے باس کے اس آدمی کی جو بھاگ نکلا تھا۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"وہ تو ہم بھی دیکھ رہے ہیں ــــ لیکن اسے ہلاک کس نے کیا، اگر یہ آپ کی گولی سے مرا ہوتا تو سوراخ اس کی کمر میں ہونا چاہیے تھا۔"

"ہاں! اسے میں نے نہیں مارا ــ میرا پستول تو خالی ہو چکا ہے اور کوئی گولی بھی نہیں بچی، میں تو اسے پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے بھاگا تھا، یہاں پہنچا ہی تھا کہ ایک خنجر اس کے پیٹ میں آ کر لگا، میں نے خود کو بچانے کے لیے زمین پر گرا دیا، اسی وقت میں نے ایک لانچ کے روانہ ہونے کی آواز سنی۔ میں نے اُٹھ کر دیکھا ــ کوئی لانچ کو اُڑائے لیے جا رہا تھا۔"

"تو ــــ تو کیا سابو۔"

"پہلے میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ یہ کام ضرور سابو کا ہے، لیکن جب میں نے اس لانچ کی طرف دیکھا، جس میں تم لوگ یہاں آئے تھے تو معلوم ہوا، لانچ لے جانے والا سابو نہیں کوئی اور ہے ــــ"

"کیا مطلب؟" انہوں نے چونک کر لانچ کی طرف دیکھا، ان کی آنکھیں پھیل گئیں۔

سابو کا آدھا دھڑ ریلنگ کے اس طرف اور آدھا اُس طرف تھا ــ پیٹ ریلنگ پر ٹکا ہوا تھا، اس کے بال ہوا میں لہرا رہے تھے ــ خون اس کے سر سے نکل نکل کر پانی میں گر رہا تھا۔

"اس نے پہلے سابو کو ہلاک کیا اور پھر اس شخص کو ــــ اس کے بعد وہ بھاگ نکلا۔"

شامو لاش پر جھک گیا ــــ اس نے جونہی اسے سیدھا کیا، چونک کر بولا:

"یہ بھی باس کا بہت وفادار تھا۔"

"لیکن ابا جان ــــ وُہ کون ہو سکتا، جو ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار کر بھاگ نکلا۔" آفتاب نے حیران ہو کر کہا۔

"بھئی ــــ ابھی تک نہیں سمجھے ــــ حالانکہ بالکل سامنے کی بات ہے ــــ وُہ باس تھا۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اس نے سب ساتھیوں کو تو جزیرے میں بھیج دیا اور خود لانچ پر ہی رہ گیا ــــ سب کے جزیرے میں داخل ہو جانے کے بعد شاید سابو لانچ کے عرشے پر آ گیا اور ریلنگ کے ساتھ لگ کر جزیرے کی طرف دیکھنے لگا، باس کی نظر اس پر پڑی ــ تو اس نے اسے پہچان کر موت کے گھاٹ

اُڑا دیا — اور پھر جب اس نے اپنے اس وفادار کو ختم جاگ کر آتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ اس کے آدمی مارے گئے ہیں — گولیوں کی آوازوں سے بھی اس نے اندازہ کر لیا ہو گا۔ چنانچہ اس نے اپنے پرے سے ہی اس پر بھی خنجر پھینکا اور خود بھاگ نکلا — آؤ اب ہم بھی چلیں، ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے — کہیں وہ نکل بھاگنے میں کامیاب نہ ہو جائے۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کہا اور پھر اس لانچ کی طرف دوڑے جس میں وہ خود آئے تھے۔

افراتفری کے عالم میں وہ لانچ میں سوار ہو کر روانہ ہوئے — باس کی لانچ کا نام و نشان تک نظر نہیں آ رہا تھا — انتہائی رفتار پر چلاتے ہوئے آخر وہ اس جزیرے تک پہنچ گئے جو باس کا ٹھکانا کہلاتا تھا — انہوں نے پہلے تو بغور چاروں طرف دیکھا اور جب جزیرے کے چاروں طرف باس کی لانچ نظر نہ آئی تو انسپکٹر کامران مرزا بولے:

"تو باس اس جزیرے کی طرف نہیں آیا، اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ شہر کا رُخ کر چکا ہے۔"

"لیکن ہمیں اس جزیرے کا جائزہ ضرور لینا چاہیے۔" محمود بولا —

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کیا خبر — وہ ہمیں دھوکا دے رہا ہو — اس جزیرے پر اُتر کر اس نے لانچ کا انجن چلتے چھوڑ دیا ہو اور اس کا رُخ بہاؤ کی طرف کر دیا ہو — اس صورت میں باس یہیں ہو گا — اور آپ اسے شہر میں ڈھونڈتے پھریں گے۔"

"کمال ہے — جب سے تم ہمارے ساتھ ہوئے ہو، ترکیبوں پر ترکیبیں اور تجویزوں پر تجویزیں پیش کر رہے ہو — اور میں تمہاری کوئی ترکیب، کوئی تجویز ابھی تک رد نہیں کر سکا — بہت ذہین آدمی ہو تم — چلو، میں اب بھی تمہاری تجویز پر عمل کروں گا۔" انسپکٹر کامران مرزا حیرت بھرے انداز میں کہتے چلے گئے۔

وہ لانچ سے اُترے اور خیموں تک آئے، لیکن یہاں کوئی بھی نہیں تھا — ہُو کا عالم طاری تھا — اب آسمان پر چاند چمک رہا تھا اور اس کی روشنی میں یہ جزیرہ انہیں صدیوں پرانا کوئی ایسا پڑاؤ نظر آ رہا تھا جس میں صرف چند خیمے رہ گئے ہوں — اور جن کے رہنے والے کب کے جا چکے ہوں —

"بس ثابت ہوا، باس یہاں سے جا چکا ہے۔" انسپکٹر

کامران مرزا بولے ___

"ہاں! یہ بالکل ٹھیک ہے ___ لیکن اب تم لوگ واپس نہیں جا سکو گے"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ٹامو کے ہاتھ میں پستول نظر آیا ___

بسم اللہ

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے۔ وہ انہیں اور یہ اسے گھورتے رہے۔ آخر آفتاب نے زبان کھولی:

"ارے ارے ___ ٹامو بھائی ___ یہ ہم ہیں، تمہارے ساتھی، شاید تمہاری یادداشت خراب ہو گئی ہے"

"نہیں! تم لوگ احمق ہو ___ جو اتنا بھی نہیں سمجھ سکے کہ میں باس کا مکمل طور پر وفادار ہوں اور خاردار کے اشارے پر میں تم لوگوں سے مل گیا تھا ___"

"تم جھوٹ بول رہے ہو ___ اگر یہ بات ہوتی تو ابھی تھوڑی دیر پہلے تم باس کے آدمیوں پر گولیاں نہ چلاتے ___ آصف نے منہ بنایا ___

"یہی تو تم سمجھے نہیں مسٹر کامران مرزا" اس مرتبہ ٹامو کا لہجہ بدل گیا ___ اس میں طنز بھی شامل ہو گیا۔

"ہائیں ___ ابا جان ___ یہ تو آپ کو جانتا ہے"

"ہاں! میرا بھی یہی خیال تھا ۔۔۔ نہ صرف یہ مجھے جانتا ہے، بلکہ خار دار اور خالد رشید بھی مجھے پہچان گئے تھے ۔۔۔ اس سے پہلے ہی باس اپنے تمام ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دینے کا پروگرام بنا چکا تھا اور اس پروگرام کا علم باس کے علاوہ خار دار کو اور تمہیں تھا ۔۔۔ باس ان سب سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا ۔۔۔ اور اسی مقصد کے لیے تم نے اس جزیرے پر اسلحہ دفن کر رکھا تھا۔" انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اوہ، تو تم سمجھ گئے۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں نے تو خیمے میں تمہارے اور خار دار کے اشارے بھی دیکھ لیے تھے، لیکن جان بوجھ کر انجان بنا رہا ۔۔۔"

"نہیں ۔۔۔ تم جھوٹ کہہ رہے ہو ۔۔۔ تمہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ ہمارا یہ پروگرام ہے ۔۔۔ تم لوگوں کی آڑ لے کر اپنے تمام ساتھیوں کو ہلاک کر دیا جائے ۔۔۔ اگر تم لوگ آڑے نہ آجاتے تو ہم اس قسم کا کوئی ڈرامہ کھیلنے والے ہی تھے ۔۔۔"

"لیکن کیوں ۔۔۔ تم ایسا کیوں کرنا چاہتے تھے ۔۔۔ پہلے اس بات کا جواب دو، اپنی بات کا ثبوت تو میں بعد میں دوں گا کہ تمہاری چال سے باخبر ہو چکا تھا۔"

"اس راز سے اب صرف تین آدمی واقف ہیں۔ باس، خار دار اور میں ۔۔۔ اور بس۔"

"تو کیا باس اور خار دار غوطہ خوری نہیں جانتے ۔۔۔" انسپکٹر امران مرزا نے شوخ آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" ٹامو زور سے اُچھلا۔

"بھئی اتنے زور سے نہ اُچھلو ۔۔۔ میں سمجھ گیا ہوں کہ تم بہترین وطہ خور ہو، ورنہ باس اور خار دار کو کیا ضرورت تھی کہ کسی تیسرے و شریک کرتے۔"

"تت ۔۔۔ تم ۔۔۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔" ٹامو کے لہجے میں کپکپاہٹ تھی۔

"شاید اب تمہیں میری بات پر یقین آنے لگا ہے کہ میں مہارا پروگرام سمجھ گیا تھا ۔۔۔ مزید ثبوت بھی میں دوں گا ۔۔۔ لے اپنی اور اپنے باس کی کہانی سن لو ۔۔۔ سمندر کے اس حصے ں جہاں میں نے چند غوطے لگائے ۔۔۔ تم لوگ کچھ دنوں ے کسی کا وجود برداشت نہیں کر رہے تھے ۔۔۔ اس سے پہلے ھی اس حصے میں ایسی واردات نہیں ہوئی تھی ۔۔۔ ایک شخص کے ائب ہونے کی خبر اخبار میں چھپی، لیکن کسی نے توجہ نہیں دی ر کوئی یہ سمجھا کہ غوطہ خوری کے دوران سمندر میں ڈوب گیا ہو ا اور مچھلیوں نے کھا لیا ہوگا ۔۔۔ لیکن ایک دو دن کے بعد یر اختر علی خان کے غائب ہونے کی خبر چھپی ۔۔۔ اس کے بھائی رے دوست ہیں ۔۔۔ انہوں نے میری توجہ اس معاملے کی طرف لائی۔ ابھی میں نے تفتیش شروع نہیں کی تھی کہ ایک اور آدمی غائب

ہو گیا اور پھر بہن اور آدمی غائب ہو گئے — آخر ہم نے اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ معلومات حاصل کیں تو پتا چلا کہ کچھ آدمی ان اطراف میں غوطہ خوری کرنے کے لیے آیا کرتے تھے — دن کے وقت میں نے قریبی جگہ کا اندازہ کیا اور پھر میں نے اپنے محکمے کی ایک لانچ کا انتظام کیا — میری ہدایات پر فوراً ہی عمل کیا گیا اور میرے پہنچنے سے کافی دیر پہلے ہی ڈرائیور لانچ لے کر پہنچ گیا — تم لوگوں نے جب لانچ کو وہاں کھڑے دیکھا تو کان کھڑے ہوئے — تم لوگوں کو اور تو کچھ نہ سوجھا، خالد رشید کے ذریعے لانچ کے ڈرائیور کو تو سمندر میں پھینکوا دیا اور اسے ڈرائیور کی جگہ بٹھا دیا — ہم نے ڈرائیور کو پہلے نہیں دیکھا تھا، اس لیے اس تبدیلی کا پتا نہ چلا اور اس طرح ہمیں اس سے بھڑنا پڑا — وہ ہمارے قبضے میں آ گیا تو تم نے پہلے تو ہمیں غرق کر دینے کا پروگرام بنایا اور جب خدا نے ہمیں بچا لیا تو گرفتار کرنے آ گئے — کیونکہ اسی وقت تم لوگوں کے ذہنوں میں اپنے آدمیوں کو ختم کرانے کی ترکیب آ گئی تھی — وائرلیس پر خاردار نے باس سے بات کر لی ہو گی لہٰذا ہمیں گرفتار کر کے خالد رشید کو بہانے سے ختم کر دیا گیا حالانکہ وہ باس کے بارے میں کچھ جانتا ہی نہیں تھا تو ہمیں بتا گیا — لیکن تم لوگ تو ایک ایک ساتھی کو ہلاک کرنے پر تُلے

ہوئے تھے۔ باس کے جزیرے پر تم لوگوں سے جھڑپ ہوئی — پروگرام پہلے ہی طے تھا — تم ہمارے ساتھ مل گئے — سابو تو تمہاری دیکھا دیکھی تمہارے ساتھ ملا تھا اور پھر تم لوگ ہمارے ساتھ بھاگ نکلے — ہمیں اتنا موقع دیا گیا کہ بھاگ کر لانچ تک پہنچ سکیں — لیکن — یہاں — مسٹر ٹامو — تم نے ڈرامے کو حقیقت کا رنگ دینے کے لیے — مجھے جزیرے پر ہی چھوڑ دیا اور میرے بچوں سمیت بھاگ نکلے — آخر میں بھی لانچ لے کر تعاقب میں نکلا — باس کی لانچیں اگر چاہتیں تو اس وقت دونوں لانچوں کو اڑا سکتی تھیں، لیکن ایسا نہیں کیا گیا — انہیں یہی ہدایات دی گئی ہوں گی کہ ہم لوگوں کو زندہ پکڑنا ہے — اس طرح ہم اس جزیرے میں پہنچے جس میں تم نے اسلحہ دفن کر رکھا تھا — اور پھر ہمارے ساتھ مل کر اپنے ساتھیوں پر فائرنگ شروع کر دی — ایک جو بھاگ نکلا — اسے باس نے خود ختم کر دیا — سابو کو بھی زندہ نہیں رکھا جا سکتا تھا، لہٰذا اسے بھی ختم کر دیا گیا، باس بھاگ نکلا اور تم ہمیں بہانے سے یہاں لے آئے — تاکہ ہم سے بھی پیچھا چھڑا سکو — لیکن افسوس تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہو گا — کیونکہ دو باتیں میں نے تمہیں ابھی تک نہیں بتائیں — اور جب میں تمہیں وہ دو باتیں بتاؤں گا تو شاید یہاں چھپے ہوئے خاردار اور مسٹر باس بھی باہر نکل آئیں۔"

"جی، کیا مطلب؟" ٹاموکی بجائے آفتاب، آصف اور فرحت
کے منہ سے نکلا ___

O

چند لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے ___ پھر ٹاموکی آواز
اُبھری ___

"تمہارے تمام ہی اندازے درست ہیں انسپکٹر کامران مرزا،
لیکن آخری اندازہ درست نہیں، باس نے ہدایت کی تھی کہ میں تم
لوگوں کو ختم کر کے اس کے گھر پہنچ جاؤں ___ وُہ وہاں خاردار سمیت
میرا انتظار کریں گے۔"

"چلو یونہی سہی ___ وہ دونوں یہاں نہیں ہوں گے ___ ہمیں اس
سے کیا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے کندھے اچکائے۔

"اور وہ دو باتیں کیا ہیں جو تم مجھے بتانا چاہتے ہو۔"

"ان میں سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ تم اپنا پستول ہم
پر استعمال نہیں کر سکتے۔" انسپکٹر کامران مرزا کا لہجہ شوخ تھا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"اس جملے کا مطلب یہی ہے جو میں نے کہا ہے۔"

"بھلا میں اپنا پستول تم پر کیوں نہیں چلا سکتا۔" اس کے

لہجے میں حیرت در آئی، آنکھوں میں اُلجھن ناچنے لگی۔

"اس کی وجہ مجھ سے سن لو، میرے ابا جان سفید علم کے
بہت بڑے عالم ہیں، اس علم کی مدد سے یہ کسی بھی چیز کو
جام کر سکتے ہیں۔" آفتاب بول پڑا۔

"سفید علم ___ میں نے اس علم کا نام کبھی نہیں سُنا۔"

"تم نے کالے علم کا نام تو سنا ہو گا نا ___ بس یہ اس کا بڑا
بھائی ہے۔" آفتاب نے کہا۔

"تم مذاق کر رہے ہو۔"

"تو پھر پستول چلا کر دیکھ لو، تمہیں یقین آ جائے گا۔"

"ہاں! پستول میں تم پر ضرور چلاؤں گا، کیونکہ تم چاروں کو
ختم کرنا اب حد درجہ ضروری ہے۔"

"ارے ارے ___ ٹھہرو ___ کہیں سچ مچ پستول نہ چلا دینا ___
پہلے ایک دو سوالات کے جواب تو دے دو۔"

"کیسے سوالات؟" وہ بولا۔

"بھئی ___ یہ آخر سمندر میں ہو کیا رہا ہے۔ تم لوگ سمندر
کے اس حصے میں کسی کا غوطہ لگانا کیوں برداشت نہیں کرتے، اس
سے پہلے تو ایسی کوئی بات نہیں تھی۔"

"افسوس! تمہیں یہ راز نہیں بتایا جا سکتا۔"

"کیوں ___ تمہارے خیال میں ہم لوگ مرنے والے ہی تو

ہیں، پھر بتا دینے میں کیا حرج ہے، چلو اس طرح ہم سکون سے مر سکیں گے —"

"مجھے تمہارے سکون سے مرنے نہ مرنے سے کیا دِلچسپی ہو سکتی ہے۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"اچھا جیسے تمہاری مرضی — کچھ بتانا نہیں چاہتے تو نہ بتاؤ — ہم خود ہی معلوم کر لیں گے۔"

"ناممکن — تم اپنی زندگی کے آخری سانس لے رہے ہو، یہ نہ بھولو۔" ٹامو بولا —

"اسی لیے تو ہم سب کچھ جان لینا چاہتے تھے۔"

"ارے — تم وہ دوسری بات گول کر گئے —" ٹامو نے چونک کر کہا۔

"اوہ ہاں — دوسری بات — دوسری بات یہ ہے کہ — لیکن نہیں — دوسری بات سے پہلے میں تمہیں یہ کیوں نہ بتا دوں کہ باس تم سے اور غدار وار سے بھی دھوکا کرے گا۔"

"ایسا نہیں ہو گا — ہماری مدد کے بغیر وہ دو قدم بھی نہیں چل سکے گا۔" ٹامو نے پُریقین لہجے میں کہا، پھر چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگا — چند لمحے تک خاموشی سے تکتا رہا، آخر بولا:

"تم نے یہ بات کیوں کہی — تم کیا جانو — باس کی نیت کا حال —"

"جو شخص اپنے لیے کام کرنے والے چالیس آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار سکتا ہے — وہ کیا نہیں کر سکتا۔"

"لیکن ہمیں مار کر وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔" ٹامو بولا۔

"تو کیا وہ مطلب نکل جانے کے بعد بھی تمہیں زندہ چھوڑ دے گا۔" انہوں نے پوچھا۔

"اس وقت ہمیں مارنے کا اسے کوئی فائدہ نہیں ہو گا — ہم نے اس پہلو پر خوب غور کر لیا ہے —"

"ہوں! میں سمجھ گیا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے ایک لمبی سانس کھینچی —

"کیا سمجھ گئے آپ؟"

"یہ کہ تم اپنا حصّہ پہلے ہی لے کر کہیں رکھ چکے ہو گے، صاف ظاہر ہے، اس صورت میں بھلا باس تمہیں مار کر کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

"تم ہمارے بارے میں بہت کچھ جان گئے ہو، تمہیں جس قدر جلد ہلاک کر دیا جائے، بہتر ہے۔" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا اور پھر ان کے سینے کا نشانہ لیتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔ انہوں نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش تک نہ کی — جوں کے توں کھڑے رہے۔ ٹرچ کی آواز گونج کر رہ گئی — گولی چلنے کا دھماکا سنائی نہ دیا تو جھلاہٹ کے عالم میں ٹامو نے پستول ہی انسپکٹر کامران

مرزا پر پھینک دیا۔ وہ شاید پہلے ہی اندازہ لگا چکے تھے۔ چنانچہ پستول ان کے سر پر سے گزرتا دوسری طرف جا گرا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ اس پستول سے تم کام نہیں لے سکو گے۔"

"لل۔۔۔ لیکن یہ کیسے ہو گیا" اس نے ہکلا کر کہا۔

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔۔۔ سفید علم" آفتاب بول پڑا۔

"جب ہم سب جزیرے سے ساحل کی طرف دوڑ رہے تھے، اس وقت میں نے پستول تمہاری جیب سے نکال کر خالی کر دیا تھا اور واپس بھی رکھ دیا تھا۔"

"اوہ!" اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

اس کے ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا نے اپنا پستول نکالتے ہوئے کہا:

"اور اب تم ہمیں بتاؤ گے۔۔۔ وہ سب کچھ جو تم جانتے ہو۔"

ٹامو کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔۔۔ اس کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔۔۔

"ارے۔۔۔ تم خاموش ہو گئے۔۔۔ خیر۔ مجھ سے سن لو۔۔۔ جو کچھ تم بتا سکتے ہو۔"

"یہ کیا بات ہوئی انکل۔۔۔ جو کچھ یہ بتا سکتا ہے۔ آپ خود ہی اسے سنائیں گے۔"

"ہاں بھئی۔۔۔ کبھی ایسا بھی کرنا پڑتا ہے۔۔۔" وہ مسکراتے ہوئے آصف کی طرف مڑے، ساتھ ہی ان کے پستول کا زاویہ بھی بدل گیا۔

ٹامو کو موقع مل گیا، اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور پھر بے تحاشہ ساحل کی طرف دوڑ پڑا۔ انسپکٹر کامران مرزا مڑے تو وہ دور جا چکا تھا۔

"ارے ارے۔۔۔ وہ نکل گیا" آفتاب چلایا۔

"چلو کوئی بات نہیں" انسپکٹر کامران مرزا نے پُرسکون انداز میں کھڑے رہتے ہوئے کہا۔

"جی۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ کیا آپ اسے جانے دیں گے"

"ہاں بھئی۔۔۔ اکیلے اسے گرفتار کر کے فائدہ بھی کیا۔۔۔ ان تینوں کو کیوں نہ پکڑیں۔"

"لیکن اب آپ ان لوگوں کو کہاں ڈھونڈیں گے"

"فکر نہ کرو۔۔۔ ڈھونڈے بغیر ہی یہ لوگ مل جائیں گے" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے، جیسے آپ بہت کچھ جانتے ہیں"

"ہاں! میں بہت کچھ جانتا ہوں۔۔۔ آؤ اب چلیں۔۔۔ بہت جلد سارے حالات تمہیں معلوم ہو جائیں گے"

"لیکن ہم جائیں گے کیسے۔۔۔ ساحل پر تو صرف ایک لانچ موجود

تھی — اور اسے ٹاموے گیا ہو گا۔"

"تم آؤ بھی تو۔" انہوں نے کہا اور ساحل کی طرف چل پڑے وہاں واقعی اب کوئی کشتی نہیں تھی — انسپکٹر کامران مرزا نے جیب سے اپنا رومال نکالا اور ہاتھ اُوپر کر کے اسے ہوا میں لہرایا تینوں کی حیرت میں ہر لمحے اضافہ ہی ہوتا جا رہا تھا۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے — جلد ہی ایک لانچ جزیرے کی طرف آتی نظر آئی۔

"اُف خدا — آخر یہ سب کیا ہے آبا جان — آپ ہمیں بتا کیوں نہیں دیتے۔"

"تھوڑی دیر اور صبر کرو۔" وہ بولے۔

لانچ نزدیک آ گئی — اس کے عرشے پر شاہد کو کھڑے دیکھ کر وُہ اور بھی حیران ہوئے۔

"کیسا رہا سر!" شاہد نے نزدیک آتے ہی پوچھا۔

"سب کچھ ٹھیک ہے — چلو جلدی کرو۔"

وُہ جلدی جلدی لانچ پر سوار ہوئے اور لانچ روانہ ہو گئی، کچھ دیر بعد وُہ اپنی جیپ میں بیٹھے شہر کی سڑکیں ناپ رہے تھے — ایک جگہ رُک کر انسپکٹر کامران مرزا نے چند فون بھی کیے اور پھر جیپ میں بیٹھتے ہوئے بولے:

"حالات بالکل اُمید کے مطابق ہیں — ہمیں کوئی دقّت نہیں ہو گی۔"

"لیکن اس وقت تک مارے حیرت کے ہم ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔" آفتاب نے جل کر کہا۔

"تمہیں اس لیے کچھ نہیں بتا رہا کہ تم میں صبر کا مادہ پیدا ہو جائے۔" وُہ مسکرائے —

"لیکن آبا جان! ہم اس قدر صبر کے مادّے کا کیا کریں گے۔" اس نے فوراً کہا اور وُہ ہنس پڑے۔

آخر جیپ ایک کوٹھی کے سامنے رُکی۔ وُہ نیچے اُترے — شاہد نے چاروں طرف ایک نظر ڈالی، پھر بولا:

"ہمارے آدمی چاروں طرف موجود ہیں جناب — کوٹھی سے کوئی شخص بھی فرار نہیں ہو سکے گا۔"

"بہت خوب! مَیں بھی یہی چاہتا ہوں — آؤ پھر بسم اللہ کرو۔" انہوں نے کہا اور دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ آفتاب نے فوراً کہا:

"بسم اللہ!"

مزا آرہا ہے

انہوں نے آگے بڑھ کر دستک دی۔ کوٹھی کے اندر گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی ــ اور پھر چند سیکنڈ بعد دروازہ کھلا۔ انسپکٹر کامران مرزا نے منہ سے تو کچھ نہ کہا، جیب سے کارڈ نکال کر ملازم کو دے دیا۔ ملازم نے بھی کچھ نہ پوچھا اور کارڈ لے کر اندر چلا گیا، جلد ہی اس کی واپسی ہوئی:

"تشریف لائیے جناب!"

وہ اندر داخل ہوئے، ملازم انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا، اور صوفوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"تشریف رکھیے ــ صاحب ابھی آتے ہیں"

"اچھی بات ہے" انہوں نے کہا اور صوفوں پر بیٹھ گئے ــ تقریباً پانچ منٹ بعد قدموں کی آواز اُبھری اور لمبے قد کا ایک آدمی اندر داخل ہوتے ہوئے بولا:

"آپ کو ایک بار پھر اپنے غریب خانے میں دیکھ کر حیرت

ہوئی، شاید چند روز پہلے ہی تو آپ تشریف لائے تھے" اس نے کہا۔

"جی ہاں! تشریف رکھیے، میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں آیا تھا امید ہے، آپ میری مدد فرمائیں گے"

"ضرور ضرور ــ کیوں نہیں، آپ تو میرے مرحوم دوست کے دوست ہیں" اس نے کہا۔

"میں اس وقت اس مرحوم دوست کے کیس کے سلسلے میں آیا ہوں ــ ٹھہریے ــ میں شروع سے کیوں نہ بیان کروں، کچھ روز پہلے سمندر میں ایک با اثر آدمی غوطہ خوری کا شوق پورا کرنے گیا تھا، اس سے پہلے بھی وہ اکثر جاتا رہا تھا، مطلب یہ کہ وہ کوئی اناڑی آدمی نہیں تھا، لیکن اس رات اس کی واپسی نہیں ہوئی، دوسرے روز اسے اِدھر اُدھر تلاش کرایا گیا ــ لیکن اس کا کہیں پتا نہ چلا ــ چند دن ٹھہر کر شیر اختر علی خان مرحوم غوطہ خوری کے لیے گئے اور وہ بھی لوٹ کر نہ آئے ــ پھر ایک اور صاحب گئے ــ ان کا بھی کوئی پتا نہ چلا، اس کے بعد تین آدمی ایک ساتھ گئے ــ اور لوٹ کر نہ آئے ــ آخر مجھے اس کیس میں دلچسپی لینا پڑی، میں حیران تھا کہ سمندر کے اس حصے میں آخر ہو کیا رہا ہے، وہاں غوطہ خوری کے لیے جانے والے غائب کیوں ہو جاتے ہیں ــ مجھے آسان ترین ترکیب یہ نظر آئی کہ میں خود بھی اس حصے میں غوطہ خوری کروں! چنانچہ اِس کے لیے

باقاعدہ پروگرام ترتیب دیا گیا — ایک سرکاری لانچ پہلے سے ادھر بھیج دی گئی — میں نے اپنے نائب سب انسپکٹر شاہد کو یہ ہدایت بھی کی کہ وہ بھی ایک لانچ میں میرے آس پاس موجود رہے، لیکن ذرا خفیہ طور پر اور جب تک میں اشارا نہ کروں، اس وقت تک کسی معاملے میں دخل نہ دے؛ چنانچہ میں اس لانچ پر گیا — اس وقت تک مجرم حضرات لانچ کے ڈرائیور کو موت کے گھاٹ اُتار چکے تھے اور اس کی جگہ اپنے ایک آدمی کو بٹھا چکے تھے — اس آدمی کی ہم سے جھڑپ ہوئی۔ آخر ہم نے اسے زیر کر لیا — پھر ہماری کشتی فوراً ہی تباہ کر دی گئی۔ لیکن ہم ایک تختے کے ذریعے بچ گئے — اگر اس وقت تختہ ہاتھ نہ آ جاتا تو مجھے مجبوراً شاہد سے مدد لینا پڑتی، لیکن میرا پروگرام تو اسے الگ تھلگ رکھنے کا تھا۔ تختے سے ہمیں اس حملہ آور لانچ پر سوار کرا لیا گیا۔ وہاں سے گروہ کا ایک اہم کارکن خار دار نامی ہمیں ایک جزیرے پر لے گیا — یہاں وہ دراصل خالد رشید کو ہلاک کرنا چاہتا تھا۔ بہانا یہ بنایا گیا کہ اس نے باس کے بارے میں ہمیں کچھ بتا دیا ہے؛ چنانچہ ہماری آنکھوں کے سامنے اسے گولی مار دی گئی — وہاں سے ہمیں ایک دوسرے جزیرے پر لایا گیا، جس کے متعلق کہا گیا کہ یہ ان کے باس کا ٹھکانہ ہے — وہاں اس وقت باس موجود نہیں تھا؛ چنانچہ

ہم نے سوچا، کیوں نہ اس جگہ موجود آدمیوں سے ٹکر لے لی جائے ہم نے ایسا ہی کیا — مقابلہ ہوا، اس مقابلے میں خار دار بہت زخمی ہوا، لیکن اس نے ٹامو کو چند اشارے کیے تھے — جو میری نظروں سے چھپے نہ رہ سکے — اور پھر ٹامو اور اس کا ساتھی ہمارے ساتھ مل گئے۔ میں سمجھ گیا کہ دونوں ڈراما کر رہے ہیں۔ خیر — میں نے بھی ان کے ڈرامے کا کردار بننا منظور کر لیا اور وہاں سے بھاگ نکلے۔ ٹامو ہمیں ایک اور جزیرے پر لے گیا، وہاں اس نے اسلحہ دفن کر رکھا تھا، اس اسلحے کی مدد سے ہم نے باس کے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا — لیکن اس وقت مجھے احساس ہوا کہ یہ پروگرام ان کو مارنے کے لیے ہی ترتیب دیا گیا تھا — گویا باس ان سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا — اس نے پیچھا نہیں چھڑایا تو دو آدمیوں سے — ایک خار دار سے اور دوسرے ٹامو سے — خار دار اس کے لیے ڈھال تھا اور ٹامو اس کے لیے بہترین غوطہ خور — یہاں تک کی کہانی میں ٹامو کے سامنے دہرا چکا ہوں — لہٰذا آپ ٹامو اور خار دار کو بھی یہیں بلا لیں — تاکہ باقی ماندہ کہانی وہ بھی سن لیں۔"

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا خاموش ہو گئے، میزبان کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں —

○

چند لمحوں کے لیے ڈرائنگ روم میں موت کا سناٹا طاری ہو گیا — ان کے دل دھک دھک کر رہے تھے — ابھی تک معاملہ پوشیدہ تھا — آفتاب، آصف اور فرحت کی بے چینی عروج کو پہنچ چکی تھی کہ انسپکٹر کامران مرزا پھر درمیان میں رُک گئے —

"نہیں — میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا!"

"حیرت ہے، اس موقع پر ہر کوئی یہ ضرور کہتا ہے، میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا" آفتاب نے بہت ہی بُرا مُنہ بنایا۔

"ارے جناب، کیا آپ میرا مذاق اڑانا چاہتے ہیں"

"انہوں نے تو کبھی پتنگ نہیں اڑائی — مذاق کو یہ کیا اڑائیں گے" آصف بول پڑا۔

"یار جھوٹ تو نہ بولو — ابھی پچھلے سال تک تو —"

آفتاب کے الفاظ کا گلا گھٹ گیا، اسی وقت انسپکٹر کامران مرزا نے اسے گھورا تھا۔

"مطلب یہ کہ ثامو اور خاردار اگر اس وقت گھر میں موجود ہیں تو انہیں بھی یہیں بُلا لیں — یہ دھیان رہے کہ —"

"ثامو اور خاردار — آخر یہ لوگ کون ہیں، میرے گھر میں ان کا کیا کام — آپ اتنے پُر اسرار کیوں بن رہے ہیں —" میزبان نے حیرت بھری آواز میں کہا۔

"خیر — اگر آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ ثامو اور خاردار نامی کسی آدمی کو نہیں جانتے اور اس وقت اس گھر میں ان نام کے دو آدمی موجود بھی نہیں ہیں تو میں ایک دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہوں — شاہد — اپنے دو تین ماتحت اندر بلا لو اور پوری کوٹھی کی تلاشی لو" انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

"تو آپ میرے گھر کی تلاشی لینا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے تو آپ کو وارنٹ لانا ہوں گے"

"شاہد — تلاشی کے وارنٹ انہیں دکھا دو اور اپنے آدمیوں کو بلا لو۔"

"جی بہتر" شاہد مسکرایا اور جیب سے وارنٹ نکال کر میزبان کے سامنے رکھ دیے، پھر باہر نکل گیا — میزبان کا چہرہ لٹک گیا — اس کی آنکھوں سے گہری پریشانی جھانکنے لگی —

تقریباً پندرہ منٹ بعد شاہد اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر بھی پریشانی کے آثار تھے:

"سر! وہ دونوں کوٹھی میں کہیں بھی نہیں ہیں"

"تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ یہ بتاؤ تمہارے آدمیوں کی کیا رپورٹ ہے اور اس رپورٹ پر انہیں پوری طرح اعتماد بھی ہے یا نہیں؟"

"جی ہاں! میں ان سے پوچھ چکا ہوں — ان کا بیان یہی ہے کہ وہ دونوں کوٹھی کے اندر ہی ہیں، باہر نہیں نکلے۔"

"تب پھر کوٹھی میں کوئی خفیہ جگہ ہے۔ ہو سکتا ہے کوئی تہہ خانہ ہو — غالباً تم نے تہہ خانے کے امکان پر کوئی توجہ نہیں دی ہو گی، خیر — اب تم یوں کرو کہ آفتاب، آصف اور فرحت کو ساتھ لے جاؤ، یہ تینوں تہہ خانے تلاش کرنے کے ایکسپرٹ ہیں، اس معاملے میں ان کی مہارت ماننا پڑتی ہے، یہ چند منٹ کے اندر ہی تہہ خانہ تلاش کر لیں گے۔ لیکن دھیان رہے تہہ خانے میں موجود دونوں آدمی مسلح ہونے کی صورت میں خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں، اندھا دھند تہہ خانے میں نہ جا گھسنا —"

"آپ فکر نہ کریں، میں ہر طرح سے انتظام کر کے آیا ہوں، اگر وہ باہر نہ نکلے اور گڑبڑ کرنے کی کوشش کرتے نظر آئے تو میں بے ہوش کرنے والی گیس تہہ خانے میں چھوڑ دوں گا۔"

"ویری گڈ — یہ ہوئی نا بات — جاؤ جلدی کرو — میں ذرا اپنے میزبان سے دو دو باتیں کر لوں۔"

"لیکن ابا جان! اگر آپ نے ہماری عدم موجودگی میں ان سے دو دو باتیں کر لیں تو ہمیں پوری بات کا پتا کس طرح چلے گا۔ اس پوری بات کا جو اس کیس میں اب تک اس طرح غائب ہے، جس طرح گدھے کے سر سے سینگ۔" آفتاب نے منہ بنایا —

"اچھا خیر — میں وعدہ کرتا ہوں کہ بُت بنا میزبان کے سامنے بیٹھا رہوں گا، ان سے کوئی بات نہیں پوچھوں گا اور اگر انہوں نے کوئی بات پوچھنے کی کوشش کی تو جواب میں خاموش رہوں گا — بس یہی چاہتے ہو نا تم۔" انہوں نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا —

"جی ہاں — آپ کا شکریہ!" اس نے خوش ہو کر کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے میزبان کو تقریباً بیس منٹ انتظار کرنا پڑا۔ آخر شاہد اور وہ تینوں اندر داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے خاردار اور ٹاموسر جھکائے چلے آ رہے تھے — اور ان کے پیچھے شاہد کے ماتحت تھے۔

"لیجیے سر! یہ نکل آئے۔"

"تو اس کوٹھی میں واقعی تہہ خانہ موجود ہے۔"

"تہہ خانہ کیا ہے — وہ تو ایک بہت خوفناک جگہ ہے جناب۔"

"خوفناک جگہ — اچھا — ذرا میں بھی تو سنوں، کس لحاظ

سے ، دیکھ تو بعد میں لوں گا۔" انسپکٹر کامران مرزا نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا ۔۔۔

"اُف خدا ۔۔۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا سونا کبھی نہیں دیکھا ۔۔" شاہد نے کپکپاتی آواز میں کہا ۔ آفتاب ، آصف اور فرحت کے چہروں پر بھی حیرت کے بے پناہ آثار تھے ۔

"تو تم نے بھی اپنی زندگی میں اتنا سونا کبھی نہیں دیکھا ؟" انسپکٹر کامران مرزا نے حد درجے شوخ لہجے میں کہا ۔

"آپ تو بہت لطف لے لے کر باتیں کر رہے ہیں ۔۔ آخر یہ چکر کیا ہے ۔" فرحت بے قرار ہو گئی ۔

"ہاں ! مجھے بہت مزا آ رہا ہے ۔۔ بعض کیس ایسے ہوتے ہیں جن میں میں بہت لطف محسوس کرتا ہوں ۔۔ اور یہ وہ کیس ہوتے ہیں جب مجرم انتہائی چالاک ہو ، طاقت ور ہو ، مقابلہ بہت سخت ہو اور پھر وہ میرے قابو میں آ جائے تو مجھے بہت مزا آتا ہے ۔ لہٰذا اس وقت مجھے بہت مزا آ رہا ہے ۔"

"ابا جان ! خدا کے لیے اس مزے میں سے کچھ حصہ ہمیں بھی عنایت کر دیں ۔" آفتاب نے گڑگڑا کر کہا ۔ انداز بالکل بھیک مانگنے والا تھا ۔

انہیں ہنسی آ گئی ۔۔ ٹامو اور خار دار سر جھکائے کھڑے تھے ۔ خار دار شدید تکلیف میں نظر آ رہا تھا ۔۔ شاید اسے کسی

ڈاکٹر کو نہیں دکھایا جا سکا تھا ، بس یونہی مرہم پٹی کر دی گئی تھی ۔ ان پر نظر ڈالتے ہوئے انسپکٹر کامران مرزا بولے :

"شاہد تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ انہیں تہہ خانے سے نکالا کس طرح ۔"

"ان کے پاس پستول یا کوئی اور ہتھیار نہیں تھا سر ۔۔ میں نے انہیں بتایا کہ ان کے باس کو گرفتار کیا جا چکا ہے کوٹھی کے چاروں طرف پولیس موجود ہے ، اگر یہ لوگ اُوپر نہ آئے تو تہہ خانے میں گیس چھوڑ دی جائے گی ۔۔ میرے یہ الفاظ سُن کر یہ دونوں ہاتھ اٹھائے اوپر آ گئے ۔۔ انہیں اپنے آدمیوں کے حوالے کرنے کے بعد ہم نے تہہ خانے کا جائزہ لیا ، اس میں ہر طرف سونا ہی سونا ہے ۔۔ سونے کی ہزاروں اینٹیں اور سلاخیں ۔۔ ٹنوں کے حساب سے سونا ۔۔" یہ کہتے وقت شاہد کی آواز تھرتھرا اٹھی ۔

"مجھے یہ سُن کر ذرا بھی تعجب نہیں ہوا ، کیونکہ مجھے تو پہلے ہی اندازہ ہو چکا تھا ۔" انسپکٹر کامران مرزا نے مسکرا کر کہا ۔

"آخر کس طرح ۔۔ اس کیس میں آپ شروع سے بہت پُراسرار بنے ہوئے ہیں ۔۔ اس وقت سے جب سے آپ نے غوطہ خوری شروع کی تھی ۔"

"ہاں ! یہ ٹھیک ہے ۔۔ خیر سنو ۔۔ میں اب تمہیں پوری بات

بتا ہی دوں — کیونکہ اب چھپانے کے لیے کچھ بھی نہیں رہ گیا — ہمارے میزبان یعنی اس کوٹھی کے مالک — اور نثار دار اور ٹامو کے پاس دراصل سونے کے بہت بڑے سمگلر ہیں — ان کا گروہ بہت بڑا ہے ؛ لانچوں کے ذریعے دوسرے ملکوں سونا سمگل کرکے لاتے ہیں — اپنے ملک کی سونے کی مارکیٹ میں یہ اپنے سونے کے کئی گنا دام وصول کرتے ہیں ، یہی نہیں — اگر کسی چھوٹی موٹی حکومت کو سونے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تو یہ اس حکومت سے بھی سودا کرتے ہیں — دوسرے ملکوں کے جرائم پیشہ لوگوں سے ان کا تعلق ہے — اور یہ ان کی مدد سے سونا حاصل کرتے ہیں۔ جب چاہیں سونے کی مارکیٹ کو خراب کر دیتے ہیں — سونے کے تاجر ان کی مٹھی میں ہیں — ان کے دوست شیر اختر علی خان کچھ دن ہوئے میرے پاس آئے تھے — انہوں نے بہت ڈرے ڈرے انداز میں مجھے بتایا کہ انہیں اپنے دوست پر بہت دنوں سے ایک شبہ ہے — اور وہ شبہ یہ ہے کہ ان کا دوست جرائم پیشہ آدمی ہے — شیر اختر علی مرحوم کو میں ذاتی طور پر جانتا تھا ، کیونکہ ان کے بھائی شیر انور علی میرے گہرے دوستوں میں سے ہیں ؛ چنانچہ میں نے ان صاحب کی خفیہ طور پر نگرانی شروع کرا دی — جلد ہی نگرانی کرنے والوں کو بھی یہ احساس ہوگیا کہ یہ ضرور جرائم پیشہ آدمی ہیں — انہی دنوں شیر اختر علی خان

غوط خوری کے لیے گئے اور لوٹ کر نہ آئے — اس سے پہلے بھی ایک ایسا حادثہ ہو چکا تھا — پھر دو حادثے اور ہوئے — ان حادثات میں چھ آدمی غائب ہو گئے — ادھر نگرانی کرنے والے رپورٹیں بھیج رہے تھے کہ شیر اختر علی خان کے دوست کو ایک لانچ میں بیٹھ کر سمندر میں جاتے دیکھا گیا — سمندر میں جا کر وہ اچانک غائب ہو جاتے ہیں — پھر ان کا پتا نہیں چلتا — آخر مجھے میدان میں آنا پڑا — میں نے بھی ہیں اس جگہ غوطہ خوری کا پروگرام بنایا جہاں چھ آدمی غائب ہوئے تھے — میں نے تین چار جگہوں پر غوطے لگائے اور آخر ایک جگہ سمندر کی تہہ میں مجھے ایک لانچ نظر آ گئی — لانچ بہت بڑی ہے اور شاید اچانک کسی خرابی کے باعث پانی میں ڈوب گئی تھی — اس کا ڈرائیور بھی لانچ کے انجن روم میں اب تک پھنسا ہوا ہے ، شیشے کے بند انجن روم کی وجہ سے وہ مچھلیوں کی خوراک نہیں بنا — لانچ کا جائزہ لے کر میں اوپر آ رہا تھا کہ رسی کٹ گئی — اس کے بعد کے واقعات تو تمہیں معلوم ہی ہیں —" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر کامران مرزا خاموش ہو گئے۔

"ہوں ، لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ اس لانچ میں کیا تھا جس کی وجہ سے یہ لوگ اس طرف کسی کو جانے نہیں دے رہے تھے اور غوط خوری کرنے والوں کو ختم کر رہے تھے ؟"

"پہلا آدمی جس وقت غائب ہوا تو شیر اختر علی خان کے کان کھڑے ہوئے ـــــ انھوں نے عین اس جگہ غوطہ خوری کرنے کی ٹھانی جس جگہ سے وہ شخص غائب ہوا تھا ـــــ جب وہ بھی غائب ہو گئے تو غوطہ خوری کا شوق رکھنے والوں کو معاملہ پُر اسرار نظر آیا ـــــ لہذا ایک اور نے کوشش کی ـــــ پھر تین اور گئے ـــــ وجہ دراصل یہ تھی کہ سمندر کی تہہ میں لانچ بالکل صاف نظر آ رہی ہے ـــــ اب اگر ان غوطہ خوروں میں سے کوئی زندہ شہر پہنچ جاتا تو وہ پھر پولیس کو یہ ضرور بتاتا کہ سمندر کی تہہ میں ایک لانچ موجود ہے اور اس کے انجن روم میں ایک لاش بھی موجود ہے ـــــ پھر اس لانچ کی تلاشی لی جاتی اور اس میں سے بے تحاشہ سونا نکالا جاتا ۔ لاش کی شناخت کرائی جاتی اور اس لاش سے باس یعنی مسٹر علی خاور کا تعلق ظاہر ہو جاتا ـــــ اس طرح تفتیش کا دائرہ وسیع ہوتا اور ان کے تہہ خانے سے بھی سونا پکڑا جاتا ۔ اس طرح ان کا کھیل ختم ہو جاتا ـــــ ادھر یہ پہلے ہی پریشان تھے ـــــ انہیں ہر وقت اپنی نگرانی کیے جانے کا احساس ہونے لگا تھا ـــــ آخر انھوں نے فیصلہ کیا کہ اب اس کام کو بند ہی کر دینا چاہیے ـــــ چنانچہ انھوں نے اپنے گروہ کو ختم کر دینے کا فیصلہ کر لیا ۔ گروہ کے آدمیوں کو یہ اگر یہ کہتے کہ اب وُہ یہ کام بند کر رہے ہیں تو وُہ اپنا اپنا حصّہ مانگتے اور نہ جانے

کتنا سونا انہیں یک دم ان لوگوں کو دینا پڑتا ، نہ دیتے تو وہ پولیس میں مخبری کرتے ، اس لیے انھوں نے سوچا ، ان سب کو ٹھکانے ہی کیوں نہ لگا دیا جائے ؛ چنانچہ ان تینوں نے مل کر سب کو ٹھکانے لگانے کا پروگرام بنا لیا ، ایسے میں ہم درمیان میں ٹپک پڑے ـــــ اور انھوں نے آناً فاناً پروگرام ترتیب دے ڈالا ـــــ تو یہ تھی لانچ کی کہانی ـــــ وہ لانچ سونے سے بھری ہوئی ہے ـــــ اگر وہ نہ بھی ڈوبتی تو بھی کچھ دن بعد میں علی خاور کے پیچھے ضرور پڑتا ـــــ یہ بچ نہیں سکتے تھے ـــــ خیر ـــــ اب یہ سونا ملک کی تعمیر اور ترقی میں کام آئے گا ـــــ امید ہے ، اب تمہاری تمام اُلجھنیں رفع ہو گئی ہوں گی ـــــ کیا خیال ہے ؟"

"جی ہاں ! سب نیک خیال ہے ـــــ میرے خیال میں یہ تینوں حضرات خود کو نہایت پُرسکون انداز میں قانون کے حوالے کر دیں گے ، کیونکہ اس کیس میں پہلے ہی بہت اچھل کود ، مارکوٹ اور دھینگا مشتی ہو چکی ہے ـــــ کیوں جناب باس صاحب ـــــ ٹھیک ہے نا ـــــ اس آخری مرحلے پر آپ کوئی اور کوشش کرنے کے موڈ میں تو نہیں ہیں ـــــ" آفتاب نے جلدی جلدی کہا اور وُہ مسکرانے لگے ـــــ

آئندہ ناول کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

آفتاب، آصف، فرحت اور انسپکٹر کامران مرزا کا مشترکہ ناول

ناول نمبر653

سیاہ خوف

مصنف: اشتیاق احمد

☆ عامر جمالی کے گھر ایک پراسرار نوجوان کی آمد۔

☆ اس نوجوان نے عامر جمالی کو ایک ایسی بات بتائی کہ اس کے ہوش اڑ گئے، پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔

☆ عامر جمالی کے بچوں کا فون محمود، فاروق اور فرزانہ کو ملا۔

☆ ان کی حیرت میں حد درجے اضافہ۔

☆ ایک حد درجے پراسرار کھیل اچانک شروع۔

☆ لیکن پھر یہ پراسرار کھیل حد درجے خوفناک ہوتا چلا گیا۔

☆ خان رحمان کے گھر پر اچانک بم پھٹا۔

☆ وہ سب بے ہوش، بے ہوشی کی حالت میں انہیں کہاں لے جایا گیا؟

☆ وہ کچھ نہیں جانتے تھے۔

☆ اس ہسپتال کی دیوار دیکھ کر انسپکٹر جمشید کیوں چونکے۔

☆ وہ سب حد درجے بے بس .... ہاتھ پیر ہلانے کے قابل نہیں چھوڑا تھا دشمنوں نے انہیں۔

☆ انہیں روزانہ زہریلے انجکشن لگائے جا رہے تھے اور ان کے دماغوں کی پلیٹیں صاف ہوتی جا رہی تھیں۔

☆ انہوں نے اس قدر زیادہ بے بسی کم موقعوں پر محسوس کی ہوگی۔

☆ اس ہسپتال سے نکلنا ان کے لیے قریب قریب ناممکن ہو گیا تھا۔

☆ ایسے میں خیال ظاہر کیا گیا کہ ان لوگوں کی گم شدگی کے بعد آئی جی صاحب یا صدر صاحب انسپکٹر کامران مرز کو ہماری تلاش کے لیے بلائیں گے۔

☆ اس پر انسپکٹر جمشید نے ایک عجیب اعلان کیا.... یہ کہ انسپکٹر کامران مرزا

انہیں تلاش نہیں کر سکیں گے۔

☆ کیا ایسا ہی ہوا.... انسپکٹر کامران مرزا بھی انہیں تلاش نہیں کر سکے؟

☆ انسپکٹر کامران مرزا کی آمد کے ساتھ ہی واقعات میں ڈرامائی تبدیلی۔

☆ انہیں خان رحمان کے گھر سے ایک بال پوائنٹ ملا۔

☆ اس پر کسی کی انگلیوں کے نشانات تھے۔

☆ جب وہ اس شخص کے گھر پہنچے تو....؟

☆ انسپکٹر کامران مرزا کے لیے بھی تفتیش کے تمام راستے بند ہوتے چلے گئے۔

☆ ایک انوکھے مجرم سے ملیے.... جس نے اپنے خلاف سارے ثبوت مٹا دیے تھے۔

☆ لیکن.... آخر میں اس سے ایک غلطی ہو گئی۔

☆ وہ غلطی کیا تھی.... آپ دھک سے رہ جائیں گے۔

☆ آخر میں آتے مہمانوں کو دیکھ کر تو آپ بے ساختہ مسکرا دیں گے۔

20 اپریل کو پڑھئے۔ قیمت صرف 66 روپے

فائدے کی باتیں

آئندہ ماہ انشاء اللہ آپ مندرجہ ذیل ناول پڑھیں گے....

☆ "سیاہ خوف" (قیمت 66 روپے) "انوکھا پروگرام" (قیمت 36 روپے) "بن بلائے مہمان" (قیمت 36 روپے) "مجرم کی تلاش" قیمت (36 روپے) "خطرناک پاگل" (قیمت 36 روپے)

☆ اور اب آتے ہیں "فائدے کی باتیں" کی طرف۔

☆ ان تمام ناولوں کی کل قیمت 210 روپے ہے.... لیکن براہ راست ادارے سے منگوانے پر آپ کو یہ تمام ناول رعایتی قیمت 180 روپے میں ملیں گے.... ناول بذریعہ وی پی پی ارسال کیے جاتے ہیں۔

☆ پوسٹ مین آپ سے رعایتی قیمت سے 10 روپے زیادہ وصول کرے گا۔ اس طرح آپ کو یہ تمام ناول 190 روپے میں گھر بیٹھے ملنے کے ساتھ ساتھ 20 روپے کی بچت ہو گی۔

☆ وقت کی بچت.... روپے کی بچت.... یعنی ایک ٹکٹ میں دو مزے۔

☆ عین وقت پر گھر بیٹھے ناول حاصل کرنے کے لئے اپنا فوراً" اپنا آرڈر نوٹ کروائیں۔

ISHTIAQ AHMED
ISHTIAQ AHMED
اشتیاق احمد کی انسپکٹر جمشید سیریز
ANDAZ BOOK DEPOT